صوبائی کونسل پنجاب

مباحثات

۲۵ ر اکتوبر ۱۹۸۴ء

(۲۹ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ)

جلد ۳ شمارہ ۴

مندرجات

جمعرات ۲۵ ر اکتوبر ۱۹۸۴ء

نمبر شمار		صفحہ نمبر
۱	تلاوتِ قرآنِ پاک اور اُس کا ترجمہ	۴۴۶
۲	صدرِ مملکت پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کا خطاب	۴۴۷

صوبائی کونسل پنجاب

صوبائی کونسل پنجاب کا تیسرا اجلاس

جمعرات ۲۵ اکتوبر ۱۹۸۴ء (۲۹ محرم الحرام ۱۴۰۵ھ)

صوبائی کونسل پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں صبح دس ۱۰ بجے منعقد ہوا۔

(صدر مملکت جناب جنرل محمد ضیاء الحق صاحب ایوان میں تشریف فرما تھے، جناب گورنر پنجاب کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

(قومی ترانہ بجایا گیا)

تلاوت قرآن حکیم اور اس کا اردو ترجمہ قاری علی حسین صدیقی نے پیش کیا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ص وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُکُمْ وَاصْبِرُوْا ط اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ج فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰہِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ کُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ ط ذٰلِکَ خَیْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِیْلًا ہ اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰہَ یَنْصُرْکُمْ وَیُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ ہ

(س آل عمران ۱۰۳، س نساء ۵۹، س انفال ۴۶، س محمد ۷)

مسلمانو! تم سب مل کر اللہ کے اتحاد کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہنا اور جدا جدا نہ ہونا۔ اور تم اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلتے رہو اور آپس میں ہرگز نہ جھگڑنا ورنہ تم کمزور ہو جاؤ گے۔ اور تمہاری ہوا اکھڑ جائے گی۔ تم صبر و استقامت سے کام لیا کرو بلاشبہ اللہ صبر و استقامت سے کام لینے والوں کے ساتھ ہے۔

اے ایمان والو! تم اللہ کی فرمانبرداری کرو اور اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور تم میں صاحب حکومت ہیں ان کی بھی۔ پس اگر تم اگر کسی معاملے میں جھگڑ پڑو تو اللہ اور اس کے رسول کے احکام کی طرف رجوع کرو اگر تم اللہ اور روز آخرت پر یقین رکھتے ہو تو اسی میں تمہارے لئے بہتری اور انجام کار کی خوبی ہے۔

اے ایمان رکھنے والو! اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا۔ اور تم کو ثابت قدم رکھے گا۔

وَمَا عَلَیْنَاۤ اِلَّا الْبَلَاغُ

جناب گورنر: بسم اللہ الرحمن الرحیم جناب صدر، صوبائی کونسل پنجاب کی دعوت پر آپ کی تشریف آوری ہم سب کے لئے باعث مسرت اور افتخار ہے۔ ہم آپ کو خلوص دل سے خوش آمدید کہتے ہیں۔

جناب والا، اب میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ صوبائی کونسل کے اس اجلاس سے خطاب فرمائیں۔

صدرِ مملکت پاکستان کا خطاب

صدرِ مملکت پاکستان (جنرل محمد ضیاء الحق)

بسم اللہ الرحمن الرحیم
الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ خاتم النبیین

گورنر پنجاب اور صوبائی کونسل کے چیئرمین، جنرل جیلانی صاحب،
وزرائے کرام،
ممبرانِ مجلس شوریٰ،
صوبائی کونسل کے معزز ارکان،
اور
خواتین و حضرات!

السلام علیکم۔ میں جنرل جیلانی صاحب، ان کی کابینہ اور پنجاب کی صوبائی کونسل کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے مجھے یہاں آنے اور آپ سے خطاب کرنے کی دعوت دی۔ میرے لئے یہ باعثِ افتخار ہے کہ میں اس معزز ایوان کی وساطت سے اپنے خیالات پورے صوبۂ پنجاب بلکہ پورے پاکستان تک پہنچانے کی کوشش کروں کیونکہ آج کل ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں، وہ پنجاب یا کسی ایک صوبے کے لئے مخصوص نہیں ہیں بلکہ ان کا تعلق پاکستان کے ہر حصے اور یہاں بسنے والے ہر باشندے سے ہے۔

ایک لحاظ سے آپ اسے میری مہم کا حصہ سمجھ سکتے ہیں جو صوبائی رابطہ کی شکل اختیار کر رہی ہے۔ پچھلے دنوں میں صوبۂ سندھ سے ہو کر آیا ہوں۔ یہ صوبۂ پنجاب کا دورہ تو نہیں، لیکن پورے صوبے کے نمائندوں سے خطاب ضرور کر رہا ہوں اور بڑی بات یہ ہے کہ آج کی تقریب پنجاب کے اہم شہر لاہور میں منعقد ہو رہی ہے۔ گو آپ سب حضرات کا تعلق لاہور سے نہیں لیکن یہ ایوان جس میں یہ تقریب ہو رہی ہے لاہور میں ہے۔ یہاں آنے سے پہلے میں جنرل جیلانی صاحب سے بات کر رہا تھا کہ اس اسمبلی کے ایوان میں بہت اہم

اجلاس ہوئے ہیں۔ یہاں قرآنِ مجید کی آیاتِ مبارک کی تفسیریں ہوتی ہیں، یہاں جنرل جیلانی صاحب کی صدارت میں زکوٰۃ و عشر پر مباحثے ہوتے ہیں اور آج اسی ایوان میں آپ کے توسط سے میں کچھ اہم مسئلوں پر اپنے خیالات کا اظہار کر رہا ہوں۔ پنجاب کو پاکستان کا دل کہا جاتا ہے۔ جب پنجاب دل ہوا تو پھر لاہور تو اس دل کا مرکز اور محور ہوا۔ لاہور شہرِ اقبال ہے، شہرِ استقلال ہے، شہرِ قراردادِ پاکستان ہے، جہاں کے زندہ دل اور جیالے شہری اپنی بہادری، جرأت اور فراخدلی کے لئے مشہور ہیں۔

شخصی لحاظ سے آپ کی یہ اہمیت بھی کچھ کم نہیں کہ آپ صوبے کے ہر حصے اور تقریباً ہر طبقے کی نمائندگی کرتے ہیں۔ درحقیقت آپ عوام کی خواہشات کے ترجمان اور اُن کے مفادات کے نگہبان ہیں۔ ایک طرف آپ کی جڑیں عوام میں ہیں تو دوسری طرف آپ کا رابطہ حکومت سے ہے، گویا آپ اُس اہم مقام پر کھڑے ہیں جہاں سے آپ کو اپنے سے اوپر اور اپنے سے نیچے دونوں طرف حقائق کی روشنی ملتی رہتی ہے۔

آپ نے اور صوبے کے بلدیاتی اداروں نے صوبے کے ترقیاتی کاموں میں جو کردار ادا کیا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ آپ لاہور شہر اور اس خوبصورت اسمبلی ہال سے نکل کر صوبے کے کسی بھی حصے میں چلے جائیں آپ کو وہاں ترقی کی ایک لہر نظر آئے گی۔ مزید ترقی کے لئے ایک نیا جذبہ نظر آئے گا اور ملک کی تعمیرِ نو کے لئے وسیع ترقیاتی پروگرام سرگرمِ عمل دکھائی دے گا۔

ترقیاتی کاموں کی اپنی ترجیحات ہوتی ہیں۔ پنجاب میں تین ترقیاتی منصوبے ایسے ہیں جن کے گہرے اور دُور رس اثرات مرتب ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک مساجد مکتب ہیں۔ مساجد مکتب کی ابتدا صوبہ پنجاب سے ہوئی۔ جنرل جیلانی صاحب نے اس منصوبے کو وسیع پیمانے پر رائج کیا۔ دوسرے انہوں نے نہروں اور نالوں کی صفائی کرائی جس کا نہ صرف پنجاب بلکہ سارے پاکستان کی معیشت پر خوشگوار اثر ہوا۔ تیسرے فارم سے منڈی

تک رابطہ سڑکوں کا جال بچھایا گیا۔ جس وسیع پیمانے پر یہ کام ہوا اس کی مثال آپ کو نہ کسی اور صوبے میں ملے گی نہ پنجاب کے گزشتہ ادوار میں۔ میں اس کارکردگی پر جنرل جیلانی اور آپ حضرات کو مبارک باد دیتا ہوں، کیونکہ یہ سب گورنر پنجاب، اُن کی انتظامیہ، بلدیاتی اداروں اور آپ سب کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ سب اسی جذبے سے ترقیاتی کاموں میں دلچسپی لیتے رہیں گے اور جب تک ہم آئندہ انتخابات کے ذریعے ایک نئے دور میں داخل نہیں ہو جاتے آپ کا یہ کردار اور ترقی و تعاون کا یہ عمل اسی جوش و جذبے سے جاری رہے گا۔

میں اس موقع پر چند نکات کی وضاحت ضروری سمجھتا ہوں۔ مجھے اس امر کا پورا احساس ہے کہ آج کے اس اجتماع میں اکثریت کونسلر صاحبان کی ہے جو عوام کے چُنے ہوئے نمائندے ہیں، لیکن آپ کی ایک اور حیثیت بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ آپ ایک اسلامی حکومت کے رکن ہیں۔ آج سے پانچ سال پہلے جب ہم نے فیصلہ کیا کہ اس نظامِ حکومت کے لئے مستحکم بنیاد فراہم کی جائے تو ہماری نظر بلدیاتی اداروں کی طرف گئی جو گزشتہ سولہ سال سے معطل تھے۔ چنانچہ ہم نے طے کیا کہ انہیں دوبارہ بحال کیا جائے یا ایک ایسا بلدیاتی نظام قائم کیا جائے جو حقیقی معنوں میں عوام کی امنگوں کا ترجمان اور ترقی کا ضامن ہو۔ اس سلسلے میں مَیں اور میرے رفقائے کار جن مرحلوں سے گزرے ہیں وہ ایک جانگداز داستان ہے۔ ہمارے بعض سیاستدانوں نے، جن میں ایسی شخصیتیں بھی شامل تھیں جنہیں قوم کا رہبر سمجھا جاتا ہے، مجھ سے کہا کہ مارشل لاء کی حکومت قائم ہے آپ اِن اداروں کی کیوں تجدید کر رہے ہیں۔ میں نے عرض کیا کہ نوّے دن کے بعد الیکشن کروانے کا پروگرام آپ کے کہنے پر منسوخ ہوا۔ اس کے بعد بھی انتخابات آپ نے نہیں ہونے دیئے۔ اب ان منتخب بلدیاتی اداروں کے احیا میں تو رکاوٹ نہ ڈالئے۔ اُنہوں نے مجھ سے کہا کہ اس

سے فائدہ کیا ہوگا۔ میں نے عرض کیا کہ اس مملکت خداداد میں میں اسلامی نظام حکومت کی بنیاد رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ آپ اس میں میری مدد کیجئے تاکہ آئندہ نسلیں جب ہم سے پوچھیں کہ ملک میں اسلامی نظام نافذ کرنے کے لئے آپ نے کیا کیا تو کم از کم ہم یہ تو کہہ سکیں کہ ہم نے پوری کوشش کی۔ انہوں نے کہا کہ دیکھئے یہ غلطی نہ کیجئے۔ اس سے ملک کی جڑیں کھوکھلی ہو جائیں گی۔ میں نے پوچھا وہ کس طرح؟ انہوں نے کہا کہ ہر ملک اور قوم کا ایک تشخص ہوتا ہے۔ یہاں پر ایک نظام حکومت قائم ہے، اس کے تحت انتخابات کرائیے اور علیحدہ ہو جائیے۔ آپ کو کیا پڑی ہے کہ بنیادی اصلاحات کریں۔ میں نے کہا کہ جن خرابیوں کی میں نشاندہی کر چکا ہوں ان کی اصلاح بھی کرنا میرا فرض ہے، کیونکہ میں آپ کے سامنے نہیں، اللہ تعالیٰ کے سامنے جوابدہ ہوں۔ بہت گفت وشنید کے بعد انہوں نے کہا کہ ہم ان انتخابات کا بائیکاٹ کریں گے۔ میں نے کہا کہ سیاسی پارٹیوں کی بنا پر تو یہ انتخابات ہوں گے ہی نہیں کیونکہ یہ سراسر غیر سیاسی ادارے ہوں گے۔ سیاسی پارٹیوں کا دخل اس میں ممنوع ہوگا۔ ان اداروں کے ذریعے ہم تو ان نمائندوں کو سامنے لانا چاہتے ہیں جو سراسر غیر سیاسی ہوں اور کسی سیاسی پارٹی کی بجائے ان کا تعلق صرف پاکستان اور اسلام سے ہو، اور وہ اپنے علاقے کی تعمیر و ترقی میں مصروف رہیں۔

ہم ۱۹۷۹ء سے اب تک ان اداروں کے دو انتخاب کرا چکے ہیں اور موجودہ ادارے دوسرے انتخابات کے نتیجے میں وجود میں آئے ہیں۔ پاکستان کے نظام حکومت اور معاشرت و معیشت میں آپ کا اہم مقام ہے۔ ہر صوبائی کونسل میں اہم موضوعات پر بحث ہوتی ہے۔ کوئی موضوع ایسا نہیں جس پر اظہار خیال سے آپ کو منع کیا گیا ہو یا تنقید سے روکا گیا ہو۔ مجلس شوریٰ کے دس اجلاس ہو چکے ہیں۔ کسی نے یہ نہیں کہا کہ حکومت نے یا مجلس شوریٰ کے چیئرمین نے انہیں کسی موضوع پر اظہار خیال سے روکا ہو۔ گزشتہ ۳۵ سال کی تاریخ میں کسی اسمبلی کو اظہار رائے کی اتنی آزادی نہیں تھی جتنی مجلس شوریٰ اور صوبائی کونسلوں

کو حاصل ہے۔ کیا یہاں کے مباحث میں اسلامی آزادی رائے کی جھلک نہیں ملتی؟ کیا میں نے بارہا آپ کے سامنے نہیں کہا کہ اگر مجھ سے کوئی خطا ہوتی ہے تو میرا گریبان پکڑ لیجئے۔ اگر میرا کوئی عمل غلط ہے تو آپ اس پر نہ صرف تنقید بلکہ گرفت کیجئے۔ ہم نے قوانین کو صحیح اسلامی سانچے میں ڈھالا ہے۔ اس سے پہلے سربراہ حکومت قانون کی گرفت سے آزاد تھے ہم نے کہا کہ اعلیٰ سے ادنیٰ تک تمام عمال حکومت کے قانون کے تابع ہیں۔ اگر کل کوئی عدالت مجھے طلب کرتی ہے تو میں بسر و چشم حاضر ہوں گا۔ آپ سے میری گزارش ہے کہ اپنی اہمیت کو پہچانیئے۔ آپ نے اس ملک کے نظام حکومت کی بنیاد رکھی ہے۔ اسے آپ مضبوط اور مستحکم نہیں کریں گے تو اور کون کرے گا؟

عام انتخابات کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا۔ یہاں میں صرف بلدیاتی انتخابات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ بلدیاتی اداروں کے دو انتخابات ہو چکے ہیں۔ ان میں ہم نے کوئی قدغن نہیں لگائی، کوئی دخل اندازی نہیں کی۔ ہم نے چند بنیادی اصول بنائے اور ان کے مطابق انتخابات عمل میں آئے۔ لیکن اس بات کو آپ مزید مدنظر رکھیئے کہ اسلامی مملکت میں سیاست کی اپنی مخصوص نوعیت ہے۔ سیاست کو آپ سائنس یا آرٹ کہہ لیجئے۔ اس کے مطابق نظام حکومت چلانے کے لئے عوامی شرکت ان کے چنے ہوئے نمائندوں کے ذریعے ہوتی ہے۔ اسلام میں ایسی سیاست کی کوئی گنجائش نہیں جس میں سب کچھ جائز ہوتا ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہیں نہیں فرمایا کہ سیاسی عمل میں سب کچھ جائز ہے۔ اسلامی سیاست میں آپ کو یہ چیز نہ خلفائے راشدین کے دور میں ملے گی نہ ان کے بعد لیکن ہمارے دماغوں پر مغربیت اتنی مسلط ہے کہ ہم سیاست میں اخلاق اور کردار کے ذکر کو دقیانوسی اور فرسودہ بات سمجھتے ہیں۔ میں بلدیاتی اداروں کے انتخابات کا ذکر کر رہا تھا۔ دونوں انتخابات عام طور پر صاف ستھرے ماحول میں ہوئے لیکن ضمنی انتخابات میں بدقسمتی سے ووٹوں کی خرید و فروخت بھی ہوئی۔ اس سے مجھے انتہائی کوفت ہوئی۔ مجھے

امید ہے کہ آئندہ انتخابات میں یہ قبیح فعل ظہور پذیر نہیں ہوگا کیونکہ یہ اسلامی تصور کے خلاف ہے۔

اب آئندہ انتخابات ہونے والے ہیں۔ ان انتخابات کے ذریعے انشاءاللہ تعمیری اور مثبت قیادت ابھرے گی۔ آپ حضرات نے پانچ سال تک عوام کی خدمت کی ہے جس پر آپ کو فخر ہونا چاہیئے۔ اگر آپ حضرات اپنے علاقے کے ترقیاتی منصوبوں کی تشکیل اور تکمیل کرنے کے اہل ہیں اور نظم و نسق میں حکومت کا ہاتھ بٹا سکتے ہیں تو یقیناً آپ صوبائی اور وفاقی سطح پر نمائندگی کا حق ادا کر سکتے ہیں۔ ہماری توقع یہی ہے کہ آئندہ قیادت آپ میں سے اُبھرے گی، ان طبقوں سے ابھرے گی جو اہلِ دین ہیں، اسلام کا دم بھرتے ہیں اور ملک کو اسلامی رنگ میں رنگنا چاہتے ہیں۔

انتخابات کے متعلق بڑی چہ میگوئیاں سننے میں آتی رہتی ہیں۔ آپ کا تعلق عوام سے ہے۔ آپ کو تو ان کے دلوں کی دھڑکنیں بھی سنائی دیتی ہوں گی، لیکن اتنا بے خبر میں بھی نہیں ہوں۔ اکثر و بیشتر ملک کے مختلف حصوں میں پھرتا رہتا ہوں اور ہر طبقے کے لوگوں سے ملتا ہوں پچھلے دنوں میں نے سکھر اور کراچی کا دورہ کیا، پرسوں بلوچستان جا رہا ہوں اور اس کے فوراً بعد اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا تو سرحد کی صوبائی کونسل سے خطاب کروں گا جنہوں نے مجھے مدعو کر رکھا ہے اور پنجاب اور لاہور تو اکثر آتا رہتا ہوں، پچھلے دنوں میں جنرل جیلانی سے کہہ رہا تھا کہ آپ کہیں گے اچھا صدر ہے کہ ہفتے میں تین دفعہ لاہور آ چکا ہے۔ میں جب آتا ہوں تو جنرل جیلانی کے کام کا بہت حرج ہوتا ہے لیکن میں بھی کیا کروں کہ لاہور آئے بغیر میرا دل نہیں لگتا۔ ان دوروں میں انتخابات کے متعلق طرح طرح کی باتیں سننے میں آئیں۔ انتخابات کے متعلق لوگوں کے دلوں میں تشویش ہے۔ گزشتہ چھ مہینوں میں پاکستان کی بہت سی معتبر ہستیاں میرے پاس آ چکی ہیں جنہوں نے کہا کہ آپ الیکشن کیوں کروا رہے ہیں۔ سات سال اچھے بھلے گزر گئے۔ ہم آپ کی

مدد کریں گے۔ میں نے انہیں جواب دیا کہ پاکستان میری جدی جائیداد نہیں۔ یہاں پہ اسلامی حکومت ہونی چاہیئے۔ اسلامی حکومت کا سربراہ عوام کا منتخب نمائندہ ہونا چاہیئے۔ میں نے سات سال تک حسب استطاعت قوم کی خدمت کی ہے۔ اب بھی ہم راہ فرار اختیار نہیں کر رہے۔ اپنا فرض دیانتداری سے پورا کریں گے۔ اسلام کے سیاسی نظام میں انتخابات کا عمل اسلام کے قطعاً خلاف نہیں بلکہ انتخابات کے بغیر اسلام کا سیاسی نظام مکمل ہی نہیں ہوتا۔ لیکن ہم انتخابات برائے انتخابات نہیں کروائیں گے بلکہ انتخابات ایک مقصد کے لئے کرائے جائیں گے تاکہ عوام کے چنے ہوئے نمائندے اسلام اور قوم کی خدمت کریں اور اسلامی نظام حکومت رائج کریں۔ انتخابات انشاء اللہ اسلامی نقطۂ نظر کے مطابق ہوں گے۔

ایک سوال یہ ہے کہ انتخابات جماعتی بنیادوں پہ ہوں گے یا غیر جماعتی بنیادوں پر۔ اس سلسلے میں ہم اپنے طور پر فیصلہ کر چکے ہیں جس کا اعلان موزوں وقت پر کر دیا جائے گا۔ سیاسی جماعتوں کی طرف سے اس بات پر زور دیا جا رہا ہے کہ انتخابات جماعتی بنیادوں پہ ہونے چاہئیں۔ اس کے برخلاف جماعتی انتخابات کے مخالف حضرات اسی زور و شور سے کہہ رہے ہیں کہ انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پہ ہونے چاہئیں۔ ہم نے دروازے کھلے رکھے ہوئے ہیں۔ دونوں نقطۂ نظر کے حامی حضرات قوم کو اپنا ہمنوا بنائیں۔ انشاء اللہ وقت آنے پر فیصلے کا اعلان کر دیا جائے گا۔ ہم ابھی سے اعلان کر کے افراتفری اور چپقلش کا ماحول پیدا نہیں کرنا چاہتے کیونکہ ہمارے کچھ مہربان ایسے موقعوں کی تلاش میں رہتے ہیں۔

دوسرا سوال یہ پوچھا جا رہا ہے کہ اگر انتخابات ہو بھی گئے تو کیا واقعی انتقالِ اقتدار کی نوبت آئے گی یا انتخابات برائے انتخابات ہو کر رہ جائیں گے اور تیسری بات یہ ہے کہ بیرونی حملے کا کتنا امکان ہے اور آیا حکومت غیر ملکی جارحیت یا اندرونِ ملک امن وامان کی صورت حال کو بہانہ

بنا کر انتخابات ملتوی تو نہیں کر دے گی۔ ان خدشوں کی ایک وجہ تو بعض حلقوں کی طرف سے پھیلائی ہوئی وہ افواہیں ہیں جو ملک کے طول و عرض میں گشت کر رہی ہیں اور جن کا تفصیلی ذکر میں ذرا بعد میں کروں گا۔ دوسری وجہ ہمارے تاریخی تجربات ہیں۔ اسی لئے چند نیک طینت لوگ انتخابات نہ کرانے کا مشورہ دے رہے ہیں۔ وہ آمریت کے حامی یا اسلامی جمہوریت کے مخالف نہیں لیکن ماضی کے تلخ تجربے سے انہیں خدشات ہیں۔ ہم اس بات کو پسند کریں یا نہ کریں لیکن یہ حقیقت ہے کہ آج تک اس ملک میں انتخابات کے ذریعے اقتدار کبھی منتقل نہیں ہوا۔ ۳۵ سال میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

گزشتہ دنوں کراچی میں ایک دوست سے ملاقات ہوئی، انہوں نے کہا کہ آپ غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات کے حامی ہیں کیا آپ نے تاریخ سے کوئی سبق نہیں سیکھا، میں نے پوچھا کون سا سبق، کہنے لگے کہ سن چون یا پچپن میں صوبائی اسمبلی کے انتخابات غیر جماعتی بنیادوں پر کرانے کا اعلان کر دیا گیا اور مسلم لیگ اور دوسری جماعتوں کے دفاتر مہر بند کر دیئے گئے غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات ہوئے اور جب نتائج سامنے آئے تو بیشتر اراکین مسلم لیگ کے منتخب ہوئے یہ صورت حال دیکھ کر مسلم لیگیوں نے سوچا کہ کیوں نہ ایوان پر تسلط جما لیا جائے، چنانچہ انہوں نے ایک سو اٹھتر اراکین اسمبلی کے دستخط کروائے اور اس وقت کے پنجاب کے گورنر جناب گرمانی کے پاس گئے کہ دیکھئے اسمبلی میں اکثریت ہماری ہے اس لئے اقتدار ہمارے سپرد کیا جائے۔ دروغ برگردن راوی گورنر گرمانی نے کہا کہ آپ کا فرمانا بجا ہے۔ جمہوریت کا یہی تقاضہ ہے۔ آپ دو ایک دن انتظار کیجئے۔ وزیر اعظم صاحب ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ جیسے ہی وہ آتے ہیں، میں آپ کی درخواست ان کے سامنے رکھ دوں گا۔ مسلم لیگی خوش تھے کہ اب صوبے کی حکومت ان کے ہاتھ میں آنے والی ہے لیکن راتوں رات ایسا انقلاب آیا کہ اگلے روز جب اسمبلی کا اجلاس ہوا تو سب نے دیکھا کہ ری پبلکن پارٹی وجود میں آ چکی ہے جسے اکثریت حاصل ہے۔ یہ تو ہمارا وطیرہ

رہا ہے۔ انہیں خرید کر ری پبلکن پارٹی میں شامل کر لیا گیا تھا جن صاحب نے مجھے یہ واقعہ سنایا، انہوں نے کہا کہ آپ بھی غیر جماعتی انتخابات کی بات کرتے ہیں۔ اگر آزاد امیدواروں میں کسی ایک جماعت کے حامی اراکین کی اکثریت آ گئی تو کیا آپ حکومت ان کے حوالے کر دیں گے؟ میں نے ان سے عرض کیا کہ مستقبل کے بارے میں تو میں کچھ نہیں کہہ سکتا لیکن اگر ہم نے یہ فیصلہ کیا کہ جماعتی بنیادوں پر انتخابات ہوں تو اکثریتی جماعت کو حکومت بنانے کا اختیار ہوگا اور اگر ہم نے غیر جماعتی بنیادوں پر انتخابات کرائے تو جب تک اسمبلی پارٹیاں بنانے کا خود فیصلہ نہ کرے اسمبلی میں پارٹیاں نہیں بنیں گی۔ ہم راہ فرار اختیار کرنے والے نہیں لیکن اگر آئندہ قومی اسمبلی جسے ہم مجلس شوریٰ کا نام دیں گے قوم اور ملک کے مفاد میں اکثریت سے یہ فیصلہ کرے کہ پاکستان میں سیاسی پارٹیاں ہونی چاہئیں اس قسم کا آئین ہونا چاہئے تو میں نے ملک کا ٹھیکہ نہیں لے رکھا ہے۔ اصل حالات کے خلاف عمل کرنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں۔ اس لئے میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ ہمیں اپنے محفوظ مستقبل کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ہماری رہنمائی کرے۔ اور جن اصول کو ہم صحیح سمجھتے ہیں ان پر نیک نیتی سے عمل کرنا چاہیئے۔

آج تک انتخابات کے نتیجے میں پاکستان میں اقتدار منتقل نہیں ہوا لہٰذا لوگوں کو شک ہے کہ اگر انتخابات ہو بھی گئے تو اس کا انجام کیا ہوگا۔ جہاں تک ہمیں علم ہے یہاں آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کبھی ہوئے ہی نہیں۔ جن انتخابات کو منصفانہ اور غیر جانبدارانہ کہا جاتا ہے ان کے متعلق بھی ایسے شخص موجود ہیں جو آپ بیتی اور تجربے کی بنا پر کہتے ہیں کہ ہم نے ایک خاص پارٹی کو فوقیت دلانے یا اس وقت کے مشرقی پاکستان میں مخصوص لوگوں کو منتخب کروانے کے لئے اتنے روپے بانٹے۔ کیا آپ ایسے انتخابات کو منصفانہ کہہ سکتے ہیں؟ اور پھر ان انتخابات کا کیا نتیجہ نکلا۔ یہ آپ سب جانتے ہیں۔ ہمیں پانچ وقت نماز کے بعد اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے کہ وہ ہمیں اپنی حفظ و امان میں رکھے اور ملک کو استحکام بخشے۔ اسی طرح کا دوسرا تلخ تجربہ یہ ہے کہ ہم کئی بار غیر ملکی جارحیت کا شکار ہو چکے ہیں چنانچہ عوام کا یہ خدشہ اپنی جگہ

بجا ہے کہ ہم ایک بار پھر جارحیت کا شکار ہونے والے تو نہیں؟ اور اگر ایسا خطرہ ہے تو ہم اپنے دفاع کے لئے کیا کر رہے ہیں؟

پہلے انتخابات کر لیجئے۔

انتخابات ملتوی ہونے کے متعلق جو بھی چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں سب سے پہلے میں ان کی غیر مشروط طور پر اور پُر زور الفاظ میں تردید کرتا ہوں۔ انتخابات انشاء اللہ ضرور ہوں گے طے شدہ اور اعلان شدہ پروگرام کے مطابق مارچ ۱۹۸۵ء سے پہلے ہوں گے۔ ہر وہ شخص یا گروہ جو انتخابات کے متعلق شکوک و شبہات پھیلا رہا ہے ملک و قوم کا خیر خواہ نہیں ہے۔ میں ان سادہ لوح عوام کا ذکر نہیں کر رہا جو صدق دل سے سمجھتے ہیں کہ انتخابات ہنگامہ آرائی کا سبب بنتے ہیں، جلسے جلوس ہوتے ہیں، افراتفری پھیلتی ہے، توڑ پھوڑ ہوتی ہے، اسکول اور کالج بند ہو جاتے ہیں، فیکٹریاں رُک جاتی ہیں اور روزمرہ زندگی کا امن وامان تباہ ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ ہمیں ایسے انتخابات سے بچائے۔ میں اس سوچ کے حامل عوام پر تنقید نہیں کر رہا ہوں وہ اپنے سابقہ تجربوں کی بناء پر اس طرح سوچنے میں حق بجانب ہیں۔ ہم انشاء اللہ انتخابات کرواتے وقت ان کے خدشات کا بھی ضرور خیال رکھیں گے اور ہر ممکن کوشش کریں گے کہ آئندہ انتخابات کے دوران توڑ پھوڑ اور ہنگامہ آرائی نہ ہونے پائے جو ماضی میں ہمارا مشاہدہ رہا ہے لیکن میں سر دست انتخابات کے ان مخالفین کا ذکر کر رہا ہوں جو پڑھے لکھے ہیں سوچنے سمجھنے والے ہیں بلکہ دانشور کہلاتے ہیں وہ نہیں چاہتے کہ یہ ملک انتخابات کے مرحلے سے گزر کر پہلے سے زیادہ متحد اور مضبوط ہو جائے، وہ نہیں چاہتے کہ عوام اپنی جمہوری خواہشات کو پورا کر سکیں۔ وہ نہیں چاہتے کہ یہاں اسلامی طرز پر ایک نمائندہ حکومت قائم ہو سکے۔ میں اس معزز ایوان میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ انشاء اللہ ایسے عناصر کو اپنے مقاصد میں ہرگز کامیاب نہیں ہونے دیا جائے گا اور انتخابات پروگرام کے مطابق ضرور ہوں گے اور انشاء اللہ پُر امن، آزادانہ اور منصفانہ

ہوں گے - ہمارے نقطۂ نظر سے اسلام اور انتخابات میں کوئی تضاد نہیں - البتہ چند شرائط ضرور ہیں جن کا خیال رکھنا ضروری ہے - ان کی میں آگے چل کر وضاحت کروں گا -

لوگ پوچھتے ہیں کہ انتخابات کے بعد انتقالِ اقتدار بھی ہو گا یا یہ انتخابات برائے انتخابات ہوں گے - اس سلسلے میں عرض ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ذمہ داریاں سنبھالنے کی توفیق عطا فرمائی ہے - ان سے روگردانی قوم اور ملک دونوں سے بے وفائی ہو گی -

ایک دفعہ میں نے ایک مغربی صحافی سے کہا کہ میں قوم کا ایک ادنیٰ سا خادم ہوں - اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ منصب نصیب فرمایا ہے جس کے لئے میں اس کا شکر گزار ہوں جب تک اللہ تعالیٰ کو منظور ہو گا میں قوم اور ملک کی خدمت کرتا رہوں گا - انہوں نے اس پر ایک پورا کالم لکھ دیا کہ جنرل ضیاء الحق تو خود کو اللہ تعالیٰ کا اوتار سمجھتا ہے اور نعوذ باللہ یہ کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے میں پاکستان پر حکمرانی کر رہا ہوں اور یہ میرا خدائی حق ہے کہ میں حکمرانی کروں - صحافی بھائیوں کی بھی کچھ مجبوریاں ہیں - انہیں اخباروں کا پیٹ بھرنا ہوتا ہے اور اگر صحیح مواد کم ملے تو اپنی طرف سے حاشیہ آرائی کرتے ہیں - اس واقعہ کے چند دن بعد ایک اور صحافی تشریف لائے - انہوں نے وہ کالم پڑھا ہوا تھا - انہوں نے چھوٹتے ہی سوال کیا کہ آپ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مامور ہیں یا عوام کی طرف سے مقرر ہیں - میں نے عرض کیا کہ عوام نے تو مجھے منتخب نہیں کیا، یہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی ہے کہ مجھے اقتدار حاصل ہے - میں ایک فوجی آدمی ہوں - پاکستان میں مارشل لاء نافذ ہے لہٰذا مجھے اقتدار حاصل ہے - میں نے یہ سوال کرنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے اس کالم کا حوالہ دیا - میں نے کہا کہ ہم مرزائے قادیان سے جان چھڑانے کے لئے کوشاں ہیں - آپ نے مجھے بھی ان کی صف میں کھڑا کر دیا -

سوال یہ ہے کہ انتقالِ اقتدار کا مطلب کیا ہے - انتخابات انشاء اللہ ضرور ہوں گے - منتخب نمائندے اسمبلیوں میں آئیں گے - پھر آئندہ کا لائحہ عمل ان

کے طرزِ عمل پر منحصر ہوگا۔ موجودہ حکومت کوئی غاصب نہیں ہے یہ آئینی اور قانونی حکومت ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ جنرل ضیاء الحق نے آئین کو بالائے طاق رکھ کر سات سال حکومت کی ہے لیکن جیسے ہی آئین بحال ہوا ان کی گردن میں پھندا ہوگا۔ اسی لئے یہ انتقالِ اقتدار میں حیلے بہانے کر رہے ہیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ مجھے، میرے رفقائے کار اور میرے ہمنواؤں کو نہ کوئی تشویش ہے، نہ خطرہ۔ ہم تو برملا کہتے ہیں کہ اگر ہم سے کوئی خطا ہوتی ہے تو ہم پر تنقید کیجئے۔ گناہ سرزد ہوا ہے تو ہمیں سزا دیجئے۔ ہماری حکومت جائز اور آئینی حکومت ہے۔

آئندہ حکومت کو دو ضمانتیں دینی ہوں گی۔ پہلی تو یہ کہ نفاذِ نظامِ اسلام میں جو پیش رفت ہوئی ہے اس کو مزید آگے بڑھایا جائے گا اور رُخ تبدیل نہیں کیا جائے گا۔ دوسری ضمانت یہ دینا ہوگی کہ پاکستان جو ایک نظریاتی اسلامی مملکت ہے اس کا نظامِ حکومت قرآن و سنت کے مطابق ہوگا۔ انتخابات کے بعد منتخب ہونے والی اسمبلیوں کی طرف سے یہ دو ضمانتیں مہیا ہونے پر مارشل لاء اٹھا لیا جائے گا۔ اس کے بعد منتخب نمائندوں کو قرآن و سنت کی رو سے جو اختیارات حاصل ہیں ان کے مطابق وہ اپنی ذمہ داریاں سنبھالیں گے۔

انتخابات اور انتقالِ اقتدار کے اس خاکے میں بعض لوگوں کو اپنی تمنائیں پوری ہوتی نظر نہیں آئیں۔ اسی لئے انہوں نے شکوک پھیلانے شروع کر دیئے۔ بعض تو یہ بھی کہتے ہیں کہ مشرقی اور مغربی سرحدوں پر جو کچھ ہو رہا ہے یہ خود حکومت کروا رہی ہے۔ یہ جو افواہیں اڑ رہی ہیں اس میں بھی حکومت کا ہاتھ ہے تاکہ لوگوں میں افراتفری پھیلے۔ فضا مکدر ہو اور پھر اعلان کر دیا جائے کہ ان غیر معمولی اور خطرناک حالات کے پیشِ نظر انتخابات ملتوی کئے جاتے ہیں۔ اگر یہی ان کی سیاست ہے تو اسلام ایسی سیاست کی ہرگز اجازت نہیں دیتا۔ اچھے بھلے دینی پارٹیوں اور جماعتوں سے تعلق رکھنے والے سیاسی لوگ ایسی باتیں کر رہے ہیں اور مجھے تنبیہہ کر رہے ہیں کہ آپ اعلان کیجئے کہ انتخابات کے بارے میں آپ کی نیت صاف ہے۔ اگر آپ کو یقین نہ آئے تو آپ اخبار دیکھ لیجئے جس کے طویل اداریئے میں

لکھا ہے کہ جنرل ضیاء الحق کو تنبیہ کی جاتی ہے کہ وہ اس قسم کے حالات پیدا نہ کریں جن کے بہانے انتخابات ملتوی کئے جا سکیں۔ انتخابات برائے انتخابات کے ہم بھی قائل نہیں انتخابات کے نتیجے میں انتقال اقتدار ہونا چاہیئے وغیرہ وغیرہ۔

اگر آپ کو میری بات کا یقین نہ آئے تو مفتی نعیمی صاحب سے پوچھ لیجیے کہ اسلام کا سیاست کے متعلق کیا نقطۂ نظر ہے۔ اسلام کہتا ہے کہ حکومت عوام کی تائید حاصل کرے۔ پھر جب ایک نمائندہ حکومت منتخب یا نامزد ہو جائے تو اس سے اختلاف برائے اختلاف کی کوئی گنجائش نہیں۔ ہماری تاریخ میں انتخاب اور نامزدگی دونوں کی مثالیں موجود ہیں لیکن میں موجودہ حالات میں نامزدگی کا نام نہیں لیتا کیونکہ اس سے غلط تاثر لیا جا سکتا ہے۔ جب ایک آئینی حکومت چن لی تو اس سے تعاون ضروری ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میری امت میں علماء کے درمیان اختلاف باعث برکت ہے لیکن اس کا مطلب سیاسی اختلاف نہیں دینی مسائل میں اختلاف ہے۔ منتخب شدہ سربراہ مملکت، مجالس شوریٰ اور کابینہ کی تائید اور ان سے تعاون ہر شخص کا فرض ہے۔ جب تک وہ قرآن وسنت کے احکام کے خلاف عمل نہ کریں اور جب تک ان کی میعاد پوری نہ ہو جائے، البتہ جب بھی ان کے قدم قرآن وسنت کی حدود سے باہر نکلیں تو ان پر فوراً قدغن لگائی جائے۔ اس صورت میں نہ صرف تنقید کی اجازت ہے بلکہ انہیں برطرف کر دینے کا حکم ہے تاکہ ان کی جگہ دوسرے دیانتدار اور قرآن وسنت کے احکام کی پیروی کرنے والے لوگ لائے جائیں۔ نظام حکومت کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظریہ ہے۔ یہ نہیں کہ ایک طرف بیٹھنے والے حکومت کے حامی ہیں۔ دوسری طرف بیٹھنے والے مخالف ہیں۔ دونوں ایک دوسرے سے دست وگریبان ہیں۔ اسمبلیوں میں کرسیاں چل رہی ہیں۔ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ ہم اسلام کا نام لینے کے بعد دوبارہ یہی حرکات شروع کر دیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ یہاں انشاء اللہ سراسر اسلامی حکومت قائم ہوگی۔ قرآن اور سنت کی رو سے جو چیز جائز ہے اس کی اجازت ہوگی۔ جس کی ممانعت ہے اس کی

اجازت نہیں دی جائے گی۔ انتخابات انشاءاللہ پروگرام کے مطابق ہوں گے، پُرامن ہوں گے، آزادانہ اور منصفانہ ہوں گے۔

البتہ آپ یہ سمجھ لیجئے کہ میں کوئی راہ فرار تلاش کرنے لگا ہوں، نہیں ایسی کوئی بات نہیں۔ میں انتخابات کے غیر مشروط وعدے کا اعادہ کرنے کے بعد اس بات پہ از سر نو زور دینا چاہتا ہوں کہ انتخابات اسلامی طریقے سے ہوں گے۔ اقتدار میں اشتراک یا اقتدار کا انتقال اسلامی طریقے سے ظہور میں آئے گا اور اگلی حکومت انشاءاللہ اسلامی اقدار کے مطابق بنے گی۔

جب میں ہر جلسے میں لفظ "اسلامی" پڑھتا جاتا ہوں تو بعض لوگ سمجھنے لگتے ہیں کہ شاید انتخابات لڑنے والے سارے مولوی ہوں گے۔ ووٹ دینے کا حق صرف باریش اور پارسا لوگوں کو ہوگا۔ نئی پارلیمنٹ میں داڑھیاں ہونگی، سپیکر کی کرسی پر وہ شخص براجمان ہوگا جس کی داڑھی سب سے بڑی ہوگی۔ وزراء بھی سارے کے سارے ماشاءاللہ داڑھیوں اور ململ کی سفید ٹوپیوں سے مزین ہوں گے اور اگر جنرل جیلانی نے گورنر اور ضیاء الحق نے صدر رہنا چاہا تو وہ بھی اپنے منصب کے مطابق لمبی یا بہت لمبی داڑھی بڑھالیں گے۔ ویسے اس سے گھبرانے کی بھی کوئی بات نہیں۔ داڑھی رکھنا سنتِ رسول ہے۔ اس کے اتباع سے اچھی بات اور کیا ہوسکتی ہے۔ ایک زمانہ ایسا بھی آیا جب سنت پر کاربند رہنے والے صاحب دین باریش حضرات سر پہ ٹوپی رکھے باہر نکلتے تھے تو ان کا مذاق اڑایا جاتا۔ ہم نے علماء کی عزت کی۔ انہیں سر پہ بٹھایا۔ مجھے ابھی داڑھی رکھنے کی توفیق عطا نہیں ہوئی لیکن لوگوں میں اتباع سنت کا جذبہ ہے، قوم کے جوان داڑھی رکھ رہے ہیں۔ میرے اپنے اے ڈی سی نے داڑھی رکھی ہوئی ہے جو اس جوان پر خوب سجتی ہے۔ یہ بڑے فخر کی بات ہے۔ یہ جو میں نے داڑھیوں کا ذکر کیا یہ ان لوگوں کی ترجمانی ہے، ان کی طرف اشارہ ہے جو علمائے کرام کی عزت کے حق میں نہیں اور ان کا مذاق اڑاتے ہیں۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ ملک کا ہر سربراہ، پاکستان کی اسمبلیوں کے تمام اراکین باعمل ہوں۔ وہ

ظاہری اور باطنی لحاظ سے شریعت کے پابند ہوں۔ یہ ہماری تمنا ہے لہٰذا اس کی طرف ہم کوشاں ہیں۔

میں جب اسلامی انتخابات یا اسلامی جمہوریت کا ذکر کرتا ہوں تو میری مراد یہ ہوتی ہے کہ دیگر شعبہ ہائے زندگی کی طرح سیاسی میدان بھی تابعِ اسلام اور حسبِ اسلام ہو گا جس کا خاکہ انصاری کمیشن میں پیش کیا گیا ہے اور میں اس کا ایک سے زیادہ مرتبہ اپنی تقریروں میں ذکر کر چکا ہوں۔ اگرچہ مجھے اور حکومت کو انصاری کمیشن کی بعض جزئیات سے اختلاف ہے لیکن اس میں جو چیز مجھے خاص طور پر پسند ہے اور جسے میں انشاء اللہ سیاسی زندگی کے ہر شعبے میں نافذ کر کے دم لوں گا وہ اس کی اسلامی روح ہے۔ انصاری کمیشن کی بنیادی سوچ اسلامی ہے۔ اس کے سارے حوالے قرآن و سنت سے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ اس کی رپورٹ دورِ حاضر کے تقاضوں پر پوری اترتی ہے۔ ہم نے انتخابی عمل کو آگے بڑھانے اور ملک میں نظامِ حکومت قائم کرنے کے لئے اسی دستاویز کو راہنما بنایا ہے اور انشاء اللہ قرآن و سنت کی روشنی میں ہی اگلے جمہوری مراحل طے کریں گے۔

ہم نے اپنی جمہوری منزل کی طرف پیش قدمی کے لئے ضروری اقدامات کا آغاز کر دیا ہے۔ الیکشن کمیشن نے اپنی ابتدائی تیاریاں مکمل کر لی ہیں۔ افواجِ پاکستان کو انتخابات کے دوران اپنی ذمہ داریوں سے آگاہ کر دیا گیا ہے۔ سرکردہ سیاسی لیڈروں کو رہا کر دیا گیا ہے اور در پردہ سیاسی سرگرمیوں کا کسی حد تک آغاز بھی ہو چکا ہے۔ جنہوں نے دیگوں کے زور پر ووٹ لینا ہے وہ چاولوں کا بندوبست کر رہے ہیں اور جنہوں نے اپنے محبوب لیڈروں کو گلے دار ہار پہنانے ہیں انہوں نے ہاروں کا اہتمام کرنا شروع کر دیا ہے۔ کیونکہ نوٹوں کے ہار کی ممانعت ہے۔ البتہ حکومت اس عمل کو یک لخت طوفانی شکل اختیار کرنے نہیں دینا چاہتی کیونکہ ہم انتخابات سے بہت قریب ہونے کے باوجود اتنے قریب بھی نہیں۔ اگر آج ہی کھلے عام سیاسی سرگرمیوں کی اجازت دے دی جائے، اخبارات کو کھلا چھوڑ دیا جائے یا انتخابات کی تاریخ کا اعلان کر دیا جائے تو مارچ ۱۹۸۵ء تک ملک میں بقول پنجابیوں کے سب کی قلعی اتر جائے گی۔ اگلے چار

پانچ مہینے گزارنا مشکل ہو جائے گا اور معمول کی زندگی معطل ہو کر رہ جائے گی۔ لہٰذا ہم پٹاری کا ڈھکنا کھولیں گے۔ ضرور لیکن ذرا آہستہ آہستہ۔ سردست در پردہ سیاسی سرگرمیاں چل رہی ہیں، پھر مرحلہ بہ مرحلہ سیاسی سرگرمیاں شروع ہو جائیں گی۔ اب اخبارات چھپے چھپے سیاسی خبریں لگا دیتے ہیں پھر کھلم کھلا سیاسی سرخیاں لگائی جائیں گی۔ اور انشاءاللہ وقت مقررہ کے اندر اندر ہم انتخابات کے تمام مراحل طے کر لیں گے۔ جلوس جلسوں کی البتہ ممانعت ہو گی۔ ان کی بجائے ہم کوئی ایسا طریق کار اختیار کرنا چاہتے ہیں جس سے امیدواروں کے منشور کی نشر و اشاعت کا موزوں بندوبست ہو سکے۔ جو لوگ اپنے دوست احباب کی مدد کرنا چاہتے ہیں ضرور کریں۔ جو لوگ در پردہ مدد کرنا چاہتے ہیں وہ بھی کریں۔ یہ ان کی اپنی صوابدید ہے۔ اگر وہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کے نقطۂ نظر سے اس کی اجازت ہے تو ہمیں اعتراض کرنے کا کوئی حق نہیں بشرطیکہ وہ قانونی حدود کے اندر رہے۔ سیاست کا عمل روزمرہ کی زندگی کے معمولات کے مطابق ہونا چاہئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ انتخابات بڑا اہم مرحلہ ہوتا ہے لیکن ایسا بھی نہیں جیسا کہ آدمی صبح ناشتہ کر کے اپنے کاروبار کے لئے چلا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک دن ووٹ ڈالنے چلے گئے۔ ویسے تو میری خواہش ہے کہ اللہ کرے وہ دن بھی آئے جب ووٹ ڈالا جا رہا ہے ایسا ہی پر امن معاملہ ہو۔ آپ انگلستان، جرمنی یا ملائیشیا میں دیکھئے کہ انتخابات کوئی غیر معمولی واقعہ نہیں سمجھے جاتے۔ ہمارے ہاں انتخابات سے چھ مہینے پہلے ہنگامہ شروع ہو جاتا ہے کہ انتخابات ہونے والے ہیں۔

ہمارے ایک سیاسی لیڈر مجھ سے بار بار پوچھتے رہتے تھے کہ انتخابات کے دوران جلسے جلوسوں کی اجازت ہو گی کہ نہیں۔ میں نے کہا نہیں۔ وہ کہنے لگے کہ آپ جلسے جلوسوں کے خلاف کیوں ہیں۔ میں نے کہا آپ ان کے حق میں کیوں ہیں۔ انہوں نے کہا آپ نے میرا کراچی کا جلوس نہیں دیکھا کتنا شاندار تھا۔ میں نے کہا وہ آپ کا نہیں پی این اے کا جلوس تھا۔ وہ کہنے لگے پی این اے آتی جاتی رہے گی لیکن میرا اگلا جلوس ویسا ہی شاندار ہو گا۔ دس میل لمبا جلوس تھا۔ اس میں پانچ ہزار کاریں تھیں۔ اور انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا سمندر"
ایک دوسرے صاحب نے کہا میرے جلوس میں گوجرانوالہ سے لاہور تک ٹیکسیاں ہی ٹیکسیاں

[illegible]

[illegible]

معلوم ہو [illegible]

[illegible]

[illegible]

پاکستان [illegible]

معلوم کرنے کے لئے [illegible]

اپنے تجربات سنائے [illegible]

بنانے کے لئے ہم نے [illegible]

میں [illegible]

[illegible]

بہت سے لوگ جب آزادی کی مہم جاری تھی تو غیر ملکی حکومت کے خلاف نفرت [illegible]

حکومت کی ملکیت کو نقصان پہنچایا جاتا تھا۔ بد قسمتی سے آزادی کے بعد بھی بلا سوچے سمجھے

اس روایت پر عمل ہو رہا ہے۔ [illegible] حکومت کے خلاف نفرت [illegible]

یہ اپنی حکومت ہے۔ [illegible]

[illegible]

کہ پاکستان [illegible]

کی ملکیت ہے یعنی اللہ آپ کا مالک ہے۔ اس کو [illegible]

[illegible]

[illegible]

بطور سربراہ مملکت یا اراکین حکومت یا اراکین اسمبلی ہم سب کا فرض ہے کہ [illegible]

بلکہ اپنی اور آئندہ نسلوں [illegible]

[illegible]

[illegible]

ہے جو ہم پچھلے سات سالوں سے صبح و شام "اسلام" "اسلام" کی رٹ لگاتے رہتے ہیں یہ کیسے دعویٰ کر سکتے ہیں کہ حکومت یا اس کا کوئی کارندہ یا کوئی اور فرد دھاندلی سے کام لے کر اپنی مرضی کے لوگوں کو آگے لے آئے۔ ہاں ! ہماری ہمدردیاں یقیناً ان لوگوں کے ساتھ ہوں گی جو اسلامی تشخص رکھتے ہیں، محب وطن ہیں، پاک دامن اور صاف دل ہیں۔ جن کے دلوں میں اسلام اور پاکستان کی محبت ہے لیکن ہم ہرگز ہرگز ایسا نہیں ہونے دیں گے کہ عوام کی آزادانہ رائے کسی قسم کی دھاندلی کا شکار ہو جائے یا کوئی بدکردار اور بد طینت شخص محض اپنی دولت کے زور پر مسند اقتدار پر آ بیٹھے جناب والا میں پہلے بھی کئی بار کہہ چکا ہوں کہ پاکستان کا آئندہ سیاسی نظام شورائی نظام ہو گا اور شورائیت کا فرض صرف وہی لوگ پورا کر سکتے ہیں جو اس کے اہل ہیں۔ ایسے افراد جنہیں اسلام کے نام سے الرجی ہو اور جن کی شہرت شراب و قمار سے آلودہ ہو وہ شورائیت کے اعلیٰ منصب کے قریب بھی نہیں پھٹک سکتے۔ ان کی اسلامی نظام حکومت میں کوئی ضرورت ہے نہ گنجائش !

آزادانہ اور منصفانہ انتخابات کے لئے صرف یہی کافی نہیں کہ حکومت غیر جانب دار رہے اور کسی امیدوار کو مال و دولت کے زور پر من مانی نہ کرنے دے بلکہ اس کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ حالات پر امن رہیں کیونکہ بد امنی کی فضا میں آزادانہ اظہار رائے کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں لہذا جہاں میں نے صوبائی حکومتوں کو ہدایت کی ہے کہ وہ آئندہ انتخابات کے دوران حالات کو پر امن رکھنے پر توجہ دیں وہاں میں آپ سے اور آپ کے ذریعے دوسرے ہم وطنوں سے بھی درخواست کروں گا کہ وہ آئندہ چار پانچ مہینے میں حالات کو پر امن اور پرسکون رکھنے میں مدد دیں تاکہ ملک اپنی اسلامی جمہوری منزل تک پہنچ سکے۔

جب ہم اسلام کا نام لیتے ہیں تو کہا جاتا ہے کہ ان کا تو وطیرہ ہی یہی ہے سوائے اسلام کے دوسری کوئی بات ہی نہیں کرتے۔ ایک صاحب جو اپنے آپ کو محب وطن اور محب اسلام کہتے ہیں۔ بدقسمتی سے ان کا نام نہیں لوں گا لیکن اگر وہ ملے تو ان سے ذکر ضرور کروں گا

گا۔ وہ غلط کہتے ہیں کہ ہمیں جمہوریت چاہیئے اسلامی آمریت نہیں چاہیئے۔ اب آپ خدا را الفاظ کا جھگڑا چھوڑیئے۔ کہتے ہیں "جمہوریت چاہیئے"۔ جمہوریت ہم بھی چاہتے ہیں لیکن مخصوص لیکن وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلامی آمریت نہیں چاہیئے۔ یہ اس شخص کے الفاظ ہیں جو یہ آپ کو مسلسل اسلام کا قائل کرتا ہے۔ اس بات سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ اسلام میں جمہوریت نہیں آمریت ہے۔ یعنی اسلام میں جتنے بھی اولوالامر ہوئے سب آمر تھے کیا اللہ کے رسول بھی معاذ اللہ آمر تھے۔ جمہوریت کا کوئی عنصر نہیں؟ آپ نے جو دو سو سال پہلے مدینہ منورہ میں جو پہلی اسلامی ریاست قائم ہوئی وہ سراسر جمہوری تھی۔ آپ مغربی جمہوریت کے کسی بھی آئین کا مطالعہ کریں اس میں جتنے بھی اصول نظر آئیں گے وہ سب ہوں گے جو ریاست مدینہ منورہ سے لئے گئے ہیں۔ ان چیزوں کو فراموش کر چکے ہیں۔ ان اصولوں کے جل جانے پر ان کا کوئی جواب ہی نہیں اور آج ایک صاحب دل صاحب اسلام جو خود کو اسلامی نظام کا علمبردار سمجھتے ہیں وہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں جمہوریت چاہیئے اسلامی آمریت نہیں۔ مجھے ان کے اس بیان سے بہت افسوس ہوا۔ ان لوگوں کی عزت اور قدر کرتا ہوں۔ وہ ہمیشہ ایسی بات کہنے والے ہیں۔ انتخابات کا وقت ہے ہمیں نتائج دیں گے تب ہمیں پتہ چلے گا۔ اب وہ کہتے ہیں کہ ہمیں جمہوریت چاہیئے اسلامی آمریت نہیں چاہیئے۔ کتنے افسوس کی بات ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہاں انشاء اللہ اسلامی نظام آئے گا۔ یہاں اسلامی خلافت ہو گی۔ یہاں اسلامی حکومت ہو گی۔ آپ اسے کوئی بھی نام دے دیجئے لیکن یہاں صحیح معنوں میں اسلامی حکومت ہو گی۔

خواتین و حضرات!

انتخابات کے متعلق کافی گفتگو ہو چکی۔ انتخابات کے بعد دوسرا موضوع جو آج کل باعث تشویش ہے وہ موجودہ سیاسی صورت حال ہے جس کا ذکر اکثر انتخابات کے حوالے سے کیا جاتا ہے کہ کہیں حکومت مزید التواء کا بہانہ نہ بنا کر انتخابات ملتوی نہ کر دے۔ میں آپ کو صحیح صورت حال بتانا چاہتا ہوں۔ دو روز پہلے [illegible] کے الفاظ استعمال کر رہا تھا۔ ہمیں جمہوریت چاہیئے اسلامی آمریت نہیں چاہیئے۔ ان صاحب کے یہ الفاظ زبان پر نہیں رکھے گئے۔ یہ بھی فی البدیہہ نہیں ہیں بلکہ سوچ سمجھ کر کہے گئے ہیں۔ کی صورت حال ایسی ہے کہ اس پر تشویش ہے۔ مشرق وسطیٰ میں

ایسے واقعات رونما ہو رہے ہیں جنہیں نظر انداز نہیں کیا جا سکتا - ان سے آنکھیں پھیرنا ملکی مفاد کے منافی ہے۔ ملکی مفاد اسی میں ہے کہ حکومت کے نوٹس میں جو باتیں آ سکتی ہے اہل وطن تک پہنچائے، انہیں اعتماد میں لے اور متوقع خطرے جو لاحق ہیں ان کے سدباب کے لئے کی جانے والی کوششوں سے قوم کو آگاہ رکھے۔ آج صورت حال یہ ہے کہ پچھلے سات سالوں میں مسلسل اور مخلصانہ کوششوں کے باوجود ہم اپنے مشرقی ہمسائے کے ساتھ کشیدگی سے پاک تعلقات پیدا نہیں کر سکے۔ ہم نے یکطرفہ طور پر دوستی کا ہاتھ بڑھایا۔ میں خود دو دفعہ دہلی میں بھارت کی وزیر اعظم سے ملا۔ مختلف سطح پر دوستی اور تعاون کو فروغ دینا چاہا اور کبھی کبھی مجھے یوں محسوس ہوا کہ ہماری کوششیں بارآور ہو رہی ہیں، تلخی اور بے اعتمادی کی فضا چھٹ رہی ہے اور ہم ایک صاف ستھرے دوستانہ دور کا آغاز کر رہے ہیں لیکن پتہ نہیں کہاں سے کوئی کسی وقت جا بجا دبا دیتا ہے کہ اچانک ہمارے دوستوں کا رویہ سخت ہو جاتا ہے غیر دوستانہ بیانات آنے لگتے ہیں اور ماحول میں کشیدگی چھانے لگتی ہے۔ لیکن ہماری پالیسی ذرا مختلف ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اگر چھینک کا جواب چھینک سے دیا جائے تو ماحول میں جراثیم پھیلنے کا اندیشہ ہوتا ہے اور اگر ایک طرف جنون کی ہوا چلے اور دوسرا بھی آئینے میں یہ عکس دیکھ کر اپنی جنون کی تان لے تو اگلا قدم غم و غصہ کا اظہار ہو گا۔ اور یوں غیر دانستہ طور پر بھی دونوں برہمی اور تصادم کی لپیٹ میں آ جائیں گے۔ لہذا ہم صورت حال پر کڑی نظر رکھنے کے ساتھ ماحول کو سازگار بنانے کی کوشش کر رہے ہیں مجھے امید ہے کہ ہماری امن پسند اور دوستانہ کوششوں کا مثبت جواب ملے گا۔ اور برصغیر میں استحکام برقرار رہے گا۔ اور یہاں کے کروڑوں عوام سکھ اور چین سے ترقی و خوشحالی کی راہ پر گامزن رہیں گے۔

میں آپ کو اپنے مشرقی ہمسائے کے بارے میں کچھ بتانا چاہتا ہوں۔ ہندوستان ایک بڑا ملک ہے۔ اس کی آبادی تقریباً ساڑھے چھ سو ملین ہے۔ رقبہ پاکستان سے تقریباً چار گنا ہے۔ اس کی بری، بحری اور فضائی افواج ہم سے کہیں زیادہ ہیں۔ علم کے لحاظ سے بھی شاید اس کا رتبہ پاکستان سے زیادہ ہے۔ پڑھے لکھے لوگوں کی تعداد ہم سے زیادہ ہے۔

ایجادات و ترقیاں نکلتی ہیں۔ ان کے ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے پروگرام آپ نے دیکھے ہوں گے اور ان کی اہمیت کا اندازہ لگایا ہوگا، لیکن ہمیں بھی اپنے ملک اور قوم پر بجا طور پر فخر ہے۔ میرے والد صاحب مجھے ہمیشہ تلقین کیا کرتے تھے کہ بیٹا زندگی میں تمہیں بہت سے مشکل مرحلوں سے گزرنا ہوگا۔ جب بھی کوئی مشکل پیش آئے یا موازنہ کرنے کی ضرورت ہو تو ہمیشہ اپنے سے بڑے کی طرف نہیں چھوٹے کی طرف دیکھنا۔ ہم نے بارہا کہا ہے کہ ہندوستان سے ہمارا کوئی مقابلہ نہیں لیکن ہمیں بھی اللہ تعالیٰ نے عزت نفس دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان کی نعمت ہمیں عطا ہوئی ہے اور اس کی آزادی و خود مختاری بخشی ہے۔ اسلام کا نام لینے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ اس کے لئے ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ ہم امن و امان کی فضا میں رہنا چاہتے ہیں۔ اور ہم نے خلوص سے ہندوستان سے تعلقات بڑھانے چاہے ہیں۔ ہندوستان نے بھی اس کا مثبت رد عمل ظاہر کیا تھا اور یہ محسوس کر کے ہمیں بہت خوشی ہو رہی تھی کہ دوستی اور امن کے لئے ہماری کوششوں کو سراہا جا رہا ہے اور ہندوستان اور پاکستان میں خیرسگالی کے جذبات اور دوستی کے تعلقات پیدا کرنے کی ہماری کوششیں کامیابی سے ہمکنار ہو رہی ہیں۔ لیکن یکدم ایسا محسوس ہوا جیسے کہ ہاتھ سے جلتی شے پھینک دی جاتی ہے اسی طرح دوستی کا ہاتھ جھٹک دیا گیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ ہندوستان روس کا ہمنوا ہے لیکن ہندوستان اتنا چھوٹا ملک نہیں ہے کہ دوسروں کی ہمنوائی کے لئے مجبور ہو۔ اگر پاکستان کے پچاسی ملین عوام کی نمائندگی کرتے ہوئے میں کہہ سکتا ہوں کہ ہم کو کوئی ملک مجبور نہیں کر سکتا کہ ہم اپنی خارجہ یا داخلہ پالیسی اس کے مفادات کے مطابق بنائیں۔ ہم وہی کریں گے جو ملک و ملت کے مفاد میں ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہمیں اس میں کامیابی بھی ہو رہی ہے۔ ہمارے لئے یہ تصور کرنا مشکل ہے کہ ہندوستان جیسا بڑا ملک اپنی پالیسیوں کو کسی کے مفادات کے تابع کر دے، لیکن وجوہ کے علاوہ ان کے اس رویے کا کوئی جواز بھی نظر نہیں آ رہا۔

اب افغانستان میں مجاہدین کا غلبہ نظر آ رہا ہے۔ روس افغانستان میں اپنی

فوجوں میں اضافہ کر رہا ہے۔ بغیر ہماری خواہش کے روس اور پاکستان کے تعلقات میں کچھ تلخی پیدا ہوئی۔ حکومتِ روس نے دونوں ملکوں کی وزارت خارجہ کے سیکرٹریوں کی ملاقات منسوخ کر دی اور اس کے ساتھ ہی ہندوستان بغیر کسی جواز کے وزارتِ خارجہ کے سیکرٹریوں کی میٹنگ منسوخ کر دیتا ہے۔ اب اس کا کیا مطلب سمجھا جائے ؟

پچھلے موقع پر میری ہندوستان کی وزیر اعظم سے ملاقات ہوئی۔ ہم چار افراد تھے۔ میں اور ہمارے وزیر خارجہ اور مسز گاندھی اور ان کے وزیر خارجہ۔ میں نے عرض کیا کہ ہم آپ سے خوشگوار تعلقات چاہتے ہیں۔ میں مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے یہاں سے گزرتے ہوئے ملاقات کا موقع دیا۔ میں آپ کی مہمان نوازی کا ممنون ہوں۔ آپ نے اور ہم نے مل کر آزادی حاصل کی تھی۔ پھر آپ کے اور ہمارے بزرگوں نے مل کر یہ فیصلہ کیا تھا کہ پاکستان ایک آزاد اور الگ ملک ہوگا، کیونکہ مسلمان ایک قوم کی حیثیت سے اپنا الگ وطن چاہتے ہیں۔ یہ فیصلے بہت صلح صفائی سے ہوتے تھے لیکن گزشتہ تیس سال کے عرصے میں ہم نے تین بار جنگ لڑی ہے۔ میں یہاں یہ بحث پھر نہیں چھیڑنا چاہتا کہ ان جنگوں کا آغاز کس طرف سے ہوا لیکن میں تو اس وقت دوستی کے معاہدے کی پیش کش لے کر آیا ہوں۔ آیئے ہم معاہدہ کریں کہ ہم اپنے اختلافات جنگوں سے نہیں بلکہ گفت و شنید سے طے کریں گے آیئے ہم جنگ نہ کرنے کا معاہدہ کریں۔ انہوں نے کچھ سوچا۔ میں ان کی طرف سے اسے قبول یا رد کرنے کا منتظر تھا۔ ساتھ والے کمرے میں میرے مشیر جن میں غلام اسحاق خان، چیف آف اسٹاف اور وزارتِ خارجہ کے دوسرے افسران شامل تھے مسز گاندھی کے ہندوستانی مشیروں کے ساتھ اسی تجویز پر تبادلہ خیال کر رہے تھے اور گرما گرم بحث ہو رہی تھی۔ ادھر میں اور وزیر خارجہ صاحبزادہ یعقوب خان مسز گاندھی اور ہندوستانی وزیر خارجہ سے اس موضوع پر محو گفتگو تھے۔ چند سیکنڈ کے تامل کے بعد مسز گاندھی کہنے لگیں کہ پاکستان اور ہندوستان امن اور

دوستی کا معاہدہ کر لیں اس بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ میں نے فوراً کہا بسم اللہ مجھے منظور ہے۔ یہ سن کر وہ ہکا بکا رہ گئیں۔ انہیں میری طرف سے اس فوری ردِ عمل کی توقع نہیں تھی۔ اس کے بعد ہندوستان کے مجوزہ معاہدۂ امن و دوستی اور ہمارے تجویز کردہ جنگ نہ کرنے کے معاہدے پر دونوں طرف کے نمائندوں میں بات چیت ہوتی رہی۔ پھر یکدم نامعلوم وجہ پر وزارتِ خارجہ کے سیکرٹریوں کی ملاقات منسوخ کر دی گئی اور مشترکہ کمیشن کا جو اجلاس ہونے والا تھا وہ بھی ختم کر دیا گیا۔ ہم نے وجہ پوچھی تو کوئی معقول جواب نہیں ملا۔

اس دوران سکھوں کی تحریک شروع ہو گئی۔ اب ہندوستان نے الزام تراشی شروع کی کہ ہم ان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کر رہے ہیں۔ ہم نے پوچھا کیسی مداخلت تو جواب ملا کہ آپ کا ٹیلی ویژن ہماری حکومت کے خلاف پروگرام نشر کر رہا ہے۔ ہم نے کہا کہ کیا ہمارے ٹیلی ویژن نے ہندوستان جا کر کوئی غلط تصویریں کھینچی ہیں۔ جواب ملا نہیں۔ آپ کا ٹیلی ویژن مغربی ملکوں سے تصویریں لے کر دکھا رہا ہے۔ ہم نے کہا غلط تصویروں کے بارے میں آپ نے مغربی ممالک سے کوئی احتجاج کیا۔ انہوں نے کہا ان سے ہمارا کیا تعلق؟ ہم تو آپ سے احتجاج کریں گے۔ ہم نے پوچھا بتلائیے آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں۔ جواب ملا پاکستان کا ٹیلی ویژن وہ خبریں نشر کرے اور وہ تصویریں دکھائے جو ہندوستانی ٹیلی ویژن دکھاتا ہے۔ ہم نے عرض کیا کہ جناب ہم آپ کے حالی موالی نہیں۔ پاکستان آزاد ملک ہے اور اپنے لوگوں کو آزادی کے ماحول میں پھلتے پھولتے دیکھنا چاہتا ہے۔ ہم تو انہیں وہی خبریں دیں گے جو حقیقت پر مبنی ہیں۔ پھر ہندوستان کے وزیر اطلاعات و نشریات جناب کے ایل بھگت پاکستان تشریف لائے باہمی گفت و شنید کے بعد ابلاغ عامہ کے اداروں کے لئے کوڈ آف کنڈکٹ کے معاہدے پر دستخط ہوئے۔ بھگت صاحب واپس تشریف لے گئے اور انہوں

نے اپنی پہلی پریس کانفرنس میں ہی اس معاہدے کی خود ہی خلاف ورزی شروع کر دی اور ہم پر الزام لگایا کہ ہم نے سکھوں کی مدد کی ہے۔ کیونکہ گولڈن ٹمپل سے چینی ساخت کی کچھ رائفلیں ملی ہیں۔ میں نے اس سلسلے میں ایک تفصیلی بیان دیا جو آپ سب حضرات نے سنا اور پڑھا ہوگا۔ اس لئے میں اسے یہاں دہرانا نہیں چاہتا۔ مختصراً ہم نے ان سے کہا کہ یہ کب ضروری ہے کہ چینی ساخت کے ہتھیار صرف پاکستان سے ہی آئیں ؟ اور بھی بہت سے ذرائع ہیں۔ یہ بھی کہا گیا کہ پندرہ بیس ہزار روپے کی پاکستانی کرنسی برآمد ہوئی ہے۔ ہم نے کہا کہ کچھ عقل سے کام لیجئے۔ بالفرض محال اگر پاکستان سکھوں کی مدد کرنا ہی چاہے تو کیا وہ انہیں پاکستانی کرنسی دے گا یا ہندوستانی کرنسی جو وہاں رائج ہے۔ آپ کو پندرہ بیس ہزار پاکستانی روپے مل گئے تو کیا ہوا۔ میں آپ کو پاکستان میں لاکھوں روپے مالیت کی غیر ملکی کرنسی دکھا سکتا ہوں۔

ابھی یہ بحث و مباحثہ چل ہی رہا تھا کہ طیارے کا اغوا ہو گیا۔ میں ایک غیر ملکی دورے سے واپس پاکستان کی فضائی حدود میں پہنچا ہی تھا کہ پہلی خبر یہ سنی کہ ہندوستان کا ایک طیارہ اغوا ہو کر لاہور کے ہوائی اڈے پر پہنچ گیا ہے۔ میں نے آکر جنرل جیلانی صاحب سے بات کی۔ میں نے ان سے مذاقاً کہا کہ ہمارے پاس پہلے ہی بہت ہائی جیکرز ہیں، خدا کے واسطے انہیں یہاں سے نکالو۔ میری یہ واضح ہدایات تھیں کہ اگر موقع ملے تو طیارہ واگزار کرایا جائے اور مسافروں کو رہا کرایا جائے کیونکہ یہ ہمارا فرض ہے اور ہم اس معاملے میں بین الاقوامی معاہدہ کے پابند ہیں۔ بغیر کوئی خطرہ مول لئے اس مسئلے کو حل کیا جائے لیکن طاقت کا استعمال نہ کیا جائے کیونکہ اس میں بے گناہ جانیں ضائع ہونے کا خطرہ ہے۔ جنرل جیلانی صاحب نے مجھے بتایا کہ اغوا کنندگان بڑے جوش میں ہیں اور اس بات پر مصر ہیں کہ انہیں پٹرول مہیا کیا جائے تاکہ وہ آگے جا سکیں۔ میں نے کہا کہ اگر اور کچھ نہیں ہو سکتا تو انہیں کھانا پانی دیجئے، پٹرول دیجئے اور آگے

چلا لیجیے جہاں جانا چاہیں جا سکتے ہیں۔ آٹھ گھنٹے کی کوشش کے بعد شام چھ بجے کے قریب طیارے کو پٹرول فراہم کیا گیا۔ پائلٹ بالآخر یہاں ان کے دو مسافر بھی اترے۔ پھر یہ طیارہ کراچی ایئرپورٹ پر پہنچا۔ وہاں کئی مسافر جہاز سے اترے اور طیارہ دوبئی کے لئے پرواز کر گیا۔ دوبئی کے بعد یہ لیبیا چلا گیا۔ اغوا کنندگان کو لاہور ایئرپورٹ پر پستول مہیا کیا گیا۔ ہم نے کہا ذرا تو سوچئے کہ لاہور میں پستول دینے کا کیا مقصد ہو سکتا ہے۔ طیارہ تو چندی گڑھ میں اغوا ہو چکا۔ کیا اس کو آگے پھر اغوا کرنے کے لئے ہم نے پستول مہیا کیا۔ ان باتوں اور ان دلائل کا کوئی معقول جواب نہیں ملا۔ صرف یہ کہا گیا کہ یہ باتیں نہیں عمل چاہئے۔ ہم مسلمان تو ہوتے ہی صلح کل اور امن پسند ہیں۔ آپ سے ہم دوستانہ تعلقات چاہتے ہیں اور کیا آپ چاہتے ہیں۔ کہنے لگے خیر سگالی کے اظہار کے لئے جو آدمی جیلوں میں آپ کے پاس ہیں انہیں ہمارے حوالے کر دیجئے۔ ہم نے کہا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ہم ایک خود مختار ملک ہیں۔ انہوں نے ہماری سرزمین پر ایک جرم کیا ہے اس لئے یہ ہمارا حق ہے کہ ان پر مقدمہ چلائیں اور عدالت اپنا فیصلہ سنائے۔ ہمارے ہاں تو اس جرم کی سزا تو موت بھی ہو سکتی ہے۔ خیر سگالی کا یہ اظہار تو ہم نہیں کر سکتے۔

ہماری ہمیشہ یہ کوشش رہی ہے کہ ہندوستان کے معاندانہ اقدامات سے پاکستان مشتعل نہ ہو، طیش میں نہ آئے۔ اسی لئے میں نے تشویش کا لفظ استعمال کیا ہے۔ ہندوستان کے پنجاب میں گڑبڑ ہے۔ آندھرا پردیش میں صورت حال خراب ہے۔ شمالی، جنوبی اور مشرقی ہندوستان ہر جگہ افراتفری ہے۔ ہماری تو یہی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مشکلات کو آسان فرمائے۔ ان مشکلات سے عہدہ برآ ہونے کے لئے وہ ہمیں قربانی کا بکرا بنانا چاہتے ہیں۔ ہم پر الزام لگانا چاہتے ہیں یہ سراسر ناانصافی ہے۔ پاکستان نے جب کبھی کوئی اقدامات کئے ... ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ برابری کی سطح پر منصفانہ اور آزادانہ طور پر پاکستان اور ہندوستان کے ... تعلقات قائم ہوں۔ اگر ہم سے یہ توقع کی جائے کہ ہم پاکستان میں سکھوں کا آنا جانا بند کر دیں تو یہ نہیں ہو سکتا

پاکستان میں سکھوں کے مقدس مقامات ہیں۔ مسلمانوں کے مقدس مقامات دوسرے ممالک میں ہیں یاتریوں اور زائرین کو اپنے مقدس مقامات کی زیارت کا حق ہونا چاہئیے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ پاکستان میں جو بھی غیر ملکی اپنے مقدس مقامات کی زیارت کے لئے آتے ہم اس کی حتی المقدور خاطر خواہ خدمت کر سکیں۔ کیونکہ اسلام کا یہی حکم ہے کہ مسلمانوں کو فیاض ہونا چاہئیے لہٰذا ہم ہندوستان کے یاتریوں کو مقاماتِ مقدسہ کی زیارت سے منع نہیں کر سکتے۔ ہم تو ان کی خدمت کریں گے چاہے کوئی اسے پسند کرے یا ناپسند۔ ہم کسی کی پسندیدگی یا ناپسندیدگی کی خاطر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لئے یہ فرض انجام دیتے ہیں۔

ہم پر دوسرا یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم نے ان کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی کا وطیرہ اختیار کر رکھا ہے۔ ہم نے کہا کہ یہ بے جا الزام ہے لیکن آپ اپنی تسلی کے لئے ہندوستان کی چیدہ چیدہ ہستیوں میں سے تین چار آدمیوں کا ایک سنڈیکیٹ بنا دیں جو یہ فیصلہ کرے کہ وہ ہماری جگہ ہوتے تو کیا طرزِ عمل اختیار کرتے اور ان کا کیا ردِ عمل ہوتا۔ اگر وہ ہندوستانی معاملات میں دخل اندازی کرنے کا تہیہ کر لیں تو کیا اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ پہلے سے اغوا شدہ طیارے کے ہائی جیکروں کو ایک پستول دیں گے اور چین سے لی ہوئی رائفلیں گولڈن ٹمپل میں جا کر رکھ دیں گے۔ اگر وہ سنڈیکیٹ یہ اقدامات کرنے کا فیصلہ کرے تو پھر ہم گناہ گار۔ دخل اندازی تو اس طرح کی جاتی ہے جیسے ۱۹۷۱ء میں ہندوستان نے کی تھی۔ انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ وہ پاکستان کے دو ٹکڑے کر کے اسے سبق سکھائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے پہلا قدم یہ اٹھایا کہ انہوں نے روس سے دوستی اور معاونت کا معاہدہ کیا جس سے ان کو روس کی مکمل حمایت حاصل ہو گئی۔ اس کے بعد ہندوستان کی وزیر اعظم اور ان کے متعدد رفقاء نے دنیا کے مختلف ممالک میں جا کر اس بات کا چرچا کیا کہ ہم تو امن پسند ہیں لیکن ہم پر یہ مشکل آن پڑی ہے کہ مشرقی پاکستان سے لاکھوں مہاجرین ہماری سرزمین پر آ گئے ہیں۔ لہٰذا ہماری مدد کیجئے۔ یہ دوسرا قدم تھا۔ تیسرا اور آخری عمل یہ

تھا کہ ہندوستان کی تو ڈویژن فوج نے مشرقی پاکستان پر حملہ کر کے اس پر قابض ہو گئی۔ قبضہ کرنے کے بعد بنگلہ دیش بنا کر واپس ہوئے اور پاکستان دولخت ہو گیا یہ تھا سارا عمل ہندوستان کے اس فیصلے کا کہ وہ پاکستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرے گا۔ اگر آپ کو ہمارے اس قسم کے اقدامات نظر آئیں تو آپ اس نتیجے پر پہنچنے میں حق بجانب ہوں گے کہ پاکستان نے ہندوستان کے اندرونی معاملات میں مداخلت کرنے کا تہیہ کیا ہوا ہے لیکن اگر آپ کو اس قسم کے اقدامات نظر نہ آئیں اور صرف ایک پستول، کچھ بندوقیں اور چند ہزار روپے نظر آئیں تو پھر خود ہی سوچئے کہ آپ کے الزامات کتنے بے جا ہیں۔ حکومتیں پستول لینے دینے کے الزامات عائد نہیں کیا کرتیں۔ ہمیں یہ امید ہے کہ ہمارا یہ پیغام بھی حکومتِ ہند تک پہنچے گا اور وہ پاکستان کی نیت کا صحیح پس منظر میں جائزہ لے گی۔

پاکستان کے ساڑھے آٹھ کروڑ عوام تنکے نہیں کہ ایک پھونک سے ادھر ہو گئے ایک سے اُدھر۔ ہم خود دار قوم ہیں۔ ہم اپنی آزادی کا تحفظ کرنا جانتے ہیں۔ ہم دوسروں کی عزت کرنا بھی جانتے ہیں اور اپنی عزت کروانا بھی۔ ہم اشتعال انگیزی کے حق میں بھی نہیں اور خود مشتعل بھی نہیں ہوتے۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ ان دو پڑوسی ممالک میں مثالی رشتہ قائم ہو کیونکہ یہ ہمارے مفاد میں بھی ہے اور ہم سے زیادہ ان کے مفاد میں۔

افغانستان میں غیر ملکی فوجوں کی آمد کے ساتھ ہی وہاں مزاحمت کی تحریک شروع ہو گئی تھی جو ہنوز جاری ہے۔ ایک طرف ایک سپر پاور ہے دوسری طرف نہتے افغان مجاہدین ہیں۔ ایک طرف توپ و تفنگ کے انبار ہیں اور دوسری طرف جذبہ ایمان ہے۔ ایک طرف غلبہ اور تسلط کی خواہش ہے تو دوسری طرف جذبہ حریت ہے جو ہر چیز کے ساتھ اور چمک اٹھتا ہے۔ ہمیں افغان مجاہدین کے مقصد یا کاز سے پوری ہمدردی ہے لیکن ہم عملی یا مالی طور پر ان کی مدد کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں۔ البتہ ہم تیس لاکھ مہاجرین کی دیکھ بھال کر رہے

ہیں اور انشاء اللہ کرتے رہیں گے لیکن اس کے ساتھ ساتھ ہم مسئلہ افغانستان کے پرامن سیاسی حل کے لئے بھی کوشاں ہیں اور چند ماہ بعد دوبارہ شروع ہونے والے جینوا مذاکرات کے منتظر ہیں۔ ہم امید کرتے ہیں کہ ان مذاکرات کے ذریعے نہ صرف موجودہ کشیدگی دور ہو جائے گی بلکہ ایک مثبت اور قابلِ عمل حل بھی سامنے آسکے گا۔

صورتِ حال مشرقی سرحدوں کی ہو یا مغربی سرحدوں کی۔ اصل بات یہ ہے کہ کسی بھی حالت میں ہمارا ردِ عمل کیا ہوگا؟ ہمارا ردِ عمل سے میری مراد حکومت کا ردِ عمل یا پنجاب کی صوبائی کونسل کا ردِ عمل نہیں بلکہ پوری قوم کا ردِ عمل ہے۔ جس میں عوام، خواص، کسان، مزدور، تاجر، صنعت کار، طلبہ، خواتین، سرکاری ملازم، اقلیتیں اور اکثریتیں سبھی شامل ہیں۔ ہم نے ماضی میں دیکھا ہے اور ماضی کا یہی تجربہ ہمارے آئندہ ردِ عمل کے لئے نشان راہ ہونا چاہئیے کہ یہ قوم جو کہ بڑی صلاحیتوں کی مالک ہے کون سی راہ اختیار کرے۔ اس قوم میں بڑا جذبہ ہے، اس میں قابلِ رشک حوصلہ ہے۔ اس نے برصغیر کی ایک اقلیت ہوتے ہوئے بے شمار مشکلوں اور رکاوٹوں کے باوجود اپنے لئے ایک علیحدہ وطن بنا لیا۔ اس پر جب بھی کوئی آڑا وقت آیا بڑی بے جگری اور جذبہ ایثار سے اس کا دفاع کیا اور پچھلے ۳۷ برسوں میں بے سروسامانی کی کیفیت کو ترقی و خوشحالی کی فضا میں بدل دیا۔ مجھے یقین ہے، اور یہ محض لفاظی نہیں کہ اگر ہماری امن پسندانہ کوششوں کے باوجود ہماری آزادی اور غیرت کو للکارا گیا تو اس ملک کا بچہ بچہ ایک مجاہد بے مثال ثابت ہوگا۔ اس کی مسلح افواج اور اس کے عوام مل کر ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں گے اور جارحیت کے خواب دیکھنے والوں کو منہ کی کھانی پڑے گی۔ انشاء اللہ۔

مجھے اپنی قوم، اپنے پاکستانی بھائیوں پر فخر ہے۔ میں ان کی خصوصیات کا دل سے معترف ہوں۔ یہاں کی مٹی زرخیز ہے لیکن ہمیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ یہ مٹی کے کچے برتن بنانے کے لئے موزوں ہے یا اس سے چینی کے برتن بھی بن

سکتے ہیں۔ مجھے اپنی قوم سے بہت توقعات ہیں لیکن اس کے ساتھ میں تھوڑی سی تنقید کی بھی اجازت چاہتا ہوں۔ جب تک تو گاڑی چلتی ہے ہم واہ واہ کے ڈونگرے برساتے ہیں لیکن جب راہ میں دشواریاں آتی ہیں ہم بھاگتے تو نہیں لیکن دل چھوڑ دیتے ہیں اور پژمردہ ہو جاتے ہیں۔ لوگ مجھے کہتے ہیں کہ آپ خطرات کے بارے میں قوم کو اعتماد میں نہیں لیتے اور قوم کو کیوں نہیں بتاتے کہ مشرق میں کیا ہو رہا ہے، مغرب میں کیا ہو رہا ہے۔ مغربی سرحد پہ لوگ شہید اور زخمی ہوتے ہیں۔ آپ اس کی تفصیلات کیوں نہیں بتاتے۔ میں کہتا ہوں کہ اخباروں میں سب کچھ ہوتا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ لوگ تو آپ کی زبان سے سننا چاہتے ہیں۔ میں انہیں کہتا ہوں کہ مشرق کی طرف سے ہمیں تشویش ہے، خطرہ نہیں ہے تو لوگ کہیں گے کہ میں غلطی کر رہا ہوں۔ بہت سی باتوں کے متعلق اعلان ضروری ہوتا ہے، بہت سی باتیں اَن کہی رہنی چاہئیں۔ آپ حضرات حوصلہ رکھیے اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کیجیے۔ ہمارا تو ایمان ہے کہ افراد، قومیں اور ممالک اپنا مقدر لے کر آتے ہیں۔ پاکستان اللہ تعالیٰ کا انعام ہے۔ اس کے فضل و کرم کے بغیر یہ کیسے وجود میں آسکتا تھا وہی اس کا محافظ ہے۔ یہ قوم جانباز ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ادھر یا ادھر سے حملہ ہوا تو یہ میدانِ کارزار سے پیٹھ پھیر لے گی۔ لوگوں کی خواہش ہے کہ اینٹ کا جواب اینٹ سے اور پتھر کا جواب پتھر سے دیا جائے۔ میں بھی اس اصول پر یقین رکھتا ہوں اور وقت آنے پر انشاء اللہ ایسا ہی ہوگا لیکن ہم امن پسند ہیں اور مشتعل ہو کر کوئی اقدام نہیں کرنا چاہتے۔ تالی دونوں ہاتھ سے بجتی ہے۔ ہم امن و امان چاہتے ہیں تو دوسرے ہم پر کیوں جارحیت کریں گے جبکہ انہیں یہ بھی علم ہے کہ ہم اپنے دفاع کا عزم اور اہلیت رکھتے ہیں۔ میری گزارش یہی ہے کہ ناامیدی کی کوئی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان کی پوزیشن نہایت مستحکم ہے۔ ہم جارحیت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں۔ افغانستان ایک مسلمان ملک ہے۔ ڈیڑھ کروڑ اس کی آبادی ہے۔ آج تک کوئی غیر قوم اس پر تسلط نہیں جما سکی، وہ آزاد رہا

آج روس کی ڈیڑھ لاکھ فوج وہاں قبضہ جمائے بیٹھی ہے۔ اپنا ایک مہرہ سربراہ مملکت بنایا ہوا ہے۔ میں نے اپنی اقوام متحدہ کی تقریر میں اس صورت حال پر تفصیل سے روشنی ڈالی تھی۔ ہمارے کچھ رہنما جو آج بھی خود کو مقبول سمجھتے ہیں، یہ کہتے سنائی دیتے ہیں کہ ملک کو بہت خطرہ ہے۔ جنرل ضیاء الحق ادھر جا کر ان سے ہاتھ کیوں نہیں ملاتے، ادھر جا کر ماتھا کیوں نہیں ٹیکتے۔ میں صاف اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ پاکستان اصولوں سے منحرف نہیں ہوگا اور اپنے مؤقف سے نہیں ہٹے گا۔ روس ہمارا ہمسایہ ملک ہے، سپر پاور ہے۔ ہم اس کی عزت کرتے ہیں۔ ہمارے اس کے ساتھ بڑے اچھے تعلقات ہیں صرف افغانستان کے سلسلے میں ہمارا اس سے اختلاف ہے اور یہ اختلاف اس وقت تک رہے گا جب تک اس کی فوجیں وہاں پر موجود ہیں۔ ہم اس کی خدمت میں مؤدبانہ عرض کرتے ہیں کہ وہاں سے اپنی فوجیں نکال کر واپس اپنے ملک میں لے جائیں تاکہ پاکستان میں جو ۳۰ لاکھ مہاجرین ہیں وہ عزت آبرو کے ساتھ اپنے گھروں کو واپس جا سکیں۔ یہ افغان باشندوں پر چھوڑا جائے کہ وہ کس قسم کی حکومت چاہتے ہیں۔ یہ ہمارا اصولی مؤقف ہے اور مجھے امید ہے کہ اسے اقوام عالم اور خاص طور پر پاکستانی عوام کی تائید حاصل ہوگی۔ انشاءاللہ۔

خواتین و حضرات!

قوم کے اس عزم محکم کو کمزور کرنے کے لئے پچھلے چند ہفتوں سے طرح طرح کی افواہیں پھیلائی جا رہی ہیں، ملک کا کوئی حصہ ان بے بنیاد اور شر انگیز افواہوں سے محفوظ نہیں۔ حتیٰ کہ وہ اسلام آباد تک پہنچ گئی ہیں۔ کوئی کہتا ہے پاکستان پر حملہ ہونے والا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ ہتھوڑا بردار گروہ شہر میں داخل ہو گیا ہے کوئی کہتا ہے کہ ایک منظم طریقے سے بچے اغوا کئے جا رہے ہیں کوئی کہتا ہے کہ اشیائے صرف نایاب ہو رہی ہیں۔ یہ سب غلط ہے اور محض افواہیں ہیں۔ ان بے پر کی باتوں کی کوئی بنیاد نہیں۔ ملک میں خوردنی اشیاء وافر مقدار میں موجود ہیں۔ بچے اور ان کے والدین محفوظ ہیں، کوئی منظم گروہ ایسی کارروائیوں کے لئے سرگرم عمل نہیں ہے۔

اور اگر بیرونی حملہ ہوا تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ اس کی اطلاع سب سے پہلے میں آپ کو دوں گا۔ آپ کو افواہوں پر کان دھرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ افواہیں روکنے کا مؤثر طریقہ یہی ہے کہ جب آپ ایسی بات سنیں تو اسے اس کان سے سن کر اس کان سے نکال دیجئے۔ بغیر تصدیق کئے باتوں کو آگے نہ پھیلایئے۔ جب بھی کوئی ملک کسی اہم دور میں داخل ہونے والا ہوتا ہے تو وہاں کے عوام ایک خاص ذہنی کیفیت میں ہوتے ہیں جسے آپ کسی حد تک غیر یقینی کیفیت بھی کہہ سکتے ہیں اور ملک دشمن اور مفاد پرست عناصر اس ذہنی کیفیت سے غلط فائدہ اٹھاتے ہوئے طرح طرح کی افواہیں پھیلانا شروع کر دیتے ہیں۔

اب چونکہ ہم انتخابات اور نمائندہ حکومت کے قیام کی طرف پیش قدمی کر رہے ہیں تو قدرتی طور پر اس قسم کے سوالات ذہن ابھرتے ہیں کہ آئندہ حکومت کیسی ہوگی۔ وہ نجی صنعتوں کو قومیانے لگے گی یا موجودہ حکومت کی پالیسیوں کو جاری رکھے گی۔ وہ نفاذ اسلام کے عمل کو آگے بڑھائے گی یا اسے روک دے گی۔ وہ افغان مہاجرین اور کارمل انتظامیہ کی طرف وہی رویہ اختیار کرے گی جو موجودہ حکومت کا ہے یا اس پر نظر ثانی کرے گی؟ یہ سوالات اپنی جگہ درست ہیں اور ان کا کوئی حتمی جواب قبل از وقت نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ منتخب اور نمائندہ حکومت اندرون ملک یا بیرون ملک جو پالیسی چاہے اپنا سکتی ہے اس کا اسے کلی اختیار ہوگا لیکن ہماری کوشش ہے اور انشاءاللہ اس میں ہم ضرور کامیاب ہوں گے کہ انتخابات کے بعد ایسی شریف النفس محب وطن اور اسلام پسند حکومت آئے جو پاکستان اور اسلام کے مفادات کو ہر دوسرے مفاد پر مقدم رکھے اور اس کے متعلق اپنی اندرونی اور بیرونی پالیسیاں وضع کرے۔

میں آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ملکی صورتِ حال بالکل قابو میں ہے، سرحدوں کی نگہبانی دن رات کی جا رہی ہے۔ چند اکا دکا وارداتوں کو چھوڑ کر ملک میں امن و امان کی مجموعی صورتِ حال تسلی بخش ہے۔ جنگ کے بادل ابھی

بہت دور ہیں اور انہیں دور تر کرنے کی کوششیں جاری ہیں۔ انتخابات کا پروگرام اعلان کے مطابق چل رہا ہے اور انشاء اللہ وہ وقت دور نہیں جب ملک میں منتخب نمائندہ حکومت قائم ہوگی اور اپنی ذمہ داریاں سنبھالے گی۔ اس وقت تک ہم آپ کے اور قوم کے خادم ہیں، ہمیں اپنی پوری ذمہ داریوں کا احساس ہے اور انہیں پورا کرنے کے لئے پوری طرح لیس ہیں اور اس اہم کام میں مصروف ہیں۔ افواجِ پاکستان بھی، حکومتِ پاکستان بھی اور پاکستانی عوام بھی۔

خواتین و حضرات!

پاکستان کے اندرونی حالات تسلی بخش ہیں۔ سندھ میں صورت حال بھی کچھ مختلف نہیں۔ سندھ کے حالات کے نفسیاتی سیاسی اور معاشی پہلو ہیں۔ یہ تینوں عوامل دوسرے صوبوں یعنی پنجاب، سرحد اور بلوچستان میں بھی کسی حد تک کارفرما ہیں۔ پچھلے دنوں آپ نے سنا ہوگا کہ اسلام آباد اور گلبرگ میں کار چوروں یا کچھ دوسرے مجرم گروہوں کو پکڑا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ سب کھاتے پیتے گھرانوں کے چشم و چراغ تھے۔ معلوم ہوا کہ وہ یہ سب کچھ شوقیہ کر رہے تھے۔ اس کے علاوہ بندوق لے کر گوجر خان یا دادو کے قریب کوئی گروہ بس کے مسافروں کو لوٹ لیتا ہے تو اسے چار چھ مہینے کے لئے اخراجات مل جاتے ہیں۔ گو یہ حرام کی روزی ہے۔ ایسی وارداتوں کا ایک یہ پہلو بھی ہے۔ تیسرا پہلو سیاسی ہے۔ سندھ میں ایک عنصر کا سیاسی اثر و رسوخ ہمیشہ سے رہا ہے۔ اب وہاں یہ پروپیگنڈا کیا جا رہا ہے کہ صوبہ سندھ کے حقوق سلب کئے جا رہے ہیں۔ سندھی ثقافت کو ختم کیا جا رہا ہے۔ سندھ کو غلام بنایا جا رہا ہے۔ یہ مفاد پرستوں کی سیاسی نعرہ بازی ہے اور اس گروہ کے مقاصد سراسر سیاسی ہیں جنہیں ہم انشاء اللہ کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔ ان عناصر سے سندھ کے عوام کو خبردار رہنا چاہیئے۔

پاکستان کے قیام میں سندھ نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ اسلام سب سے پہلے سندھ میں آیا۔ اسے باب الاسلام ہونے کا شرف حاصل ہے۔ قائداعظم

محمد علی جناح کا تعلق سندھ سے تھا۔ یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ یہی محب وطن سندھی عوام پاکستان سے قطع تعلق چاہتے ہیں یا نعوذ باللہ اسلام کے شیدائی نہیں۔ یہ صرف ایک چھوٹی سی اقلیت ہے جو ملک میں انتشار اور افراتفری پھیلانا چاہتی ہے۔ جو موجودہ حکومت کو پریشان کرنا چاہتی ہے تاکہ ان عناصر کو من مانی کرنے کا موقع مل سکے۔ آج سندھ میں بھی صورتِ حال قابو میں ہے۔ کچھ وارداتیں ضرور ہو رہی ہیں لیکن یہ منتخب عوامی نمائندوں کا فرض ہے کہ اپنے اپنے علاقے میں لوگوں کو صحیح صورتِ حال سے آگاہ کریں اور ان کی رہنمائی کریں۔ ہر قوم اور ملک کے اپنے مخصوص مسائل ہوتے ہیں مشکلات در پیش آتی ہیں۔ ایسے وقت میں ہمت اور حوصلے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ہمیں اپنے اعمال اور کردار کی اصلاح کرنی چاہیے اور اس کے فضل و کرم کی توقع رکھنی چاہیے۔ دنیا کی کوئی قوم اس وقت تک ترقی نہیں کر سکتی جب تک وہ خود کوشش نہ کرے اور منزل پر پہنچنے کے لئے سرگرم عمل نہ ہو۔

آپ اپنے اپنے علاقوں کو مجھ سے بہتر طور پر جانتے ہیں۔ میں تو عموماً ہوائی جہاز سے سفر کرتا ہوں آپ سڑک پر سفر کرتے ہیں۔ آپ نے آتے جاتے اس امر کی طرف توجہ دی کہ سڑک کی کیا حالت ہے۔ گلیوں کا کیا حال ہے۔ میں اپنے ذاتی تجربے کی بناء پر عرض کر رہا ہوں کہ پشاور کی طرف جاتے ہوئے آبادیوں کے قریب نظر آتا ہے کہ اتنے تجاوزات پھیلے ہیں، اتنی گندگی پھیلی ہے کہ انسان حیران ہو جاتا ہے کہ یہاں کوئی انتظامیہ ہے بھی کہ نہیں۔ یہ سب کچھ آپ کے دائرۂ کار میں آتا ہے۔ جن علاقوں کا میں ذکر کر رہا ہوں وہ سب یونین کونسل، ڈسٹرکٹ کونسل، یونین کمیٹی، ٹاؤن کمیٹی یا میونسپل کمیٹی کے دائرۂ اختیار میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایک خوب صورت ملک عطا کیا ہے۔ اسے خوبصورت ہی رکھیے، صاف رکھیے کیونکہ صفائی اسلام کا اہم جزو ہے۔ طہارت اسلامی احکام میں شامل ہے۔ جب آپ ظاہری پاکی اور صفائی نہیں رکھیں گے

تو باطنی پاکیزگی کہاں سے آئے گی۔ صفائی کے سلسلے میں آپ کو اسلامی تاریخ سے ایک لطیفہ سناتا ہوں۔ جب اسلام کا عروج تھا۔ مسلمانوں کی حکومت ایشیا میں سندھ تک اور یورپ میں سپین اور فرانس تک پہنچ چکی تھی فرانس کے اس وقت کے بادشاہ کو مسلمانوں کی بعض عادات بہت پسند آئیں اور انہوں نے ان کی تقلید شروع کر دی۔ گو اسلام قبول نہیں کیا۔ لوگوں نے ان کے بارے میں مشہور کر دیا کہ وہ مسلمان ہو گیا ہے اور اس پر تنقید شروع کر دی۔ جب پوچھا گیا کہ اس کے مسلمان ہو جانے کا کیا ثبوت ہے تو انہوں نے کہا کہ انہوں نے روز نہانا شروع کر دیا ہے۔ یہ روزانہ غسل کرتے ہیں جو مسلمانوں کا وطیرہ ہے۔ اسلام طہارت اور صفائی کو پسند کرتا ہے مجھے امید ہے کہ آپ حضرات اپنے اپنے علاقے میں صفائی کا خاص خیال رکھیں گے۔

ایک اور اہم پہلو جس کی طرف آپ حضرات کو توجہ دینی ہے وہ ہماری معیشت ہے۔ زراعت ہماری معیشت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے۔ پنجاب اس سلسلے میں خاص اہمیت رکھتا ہے۔ بڑی بڑی فصلوں مثلاً گندم، چاول، کپاس پر انحصار ہے بلکہ میں تو کہوں گا کہ زراعت کا کوئی ایسا پہلو نہیں جس سے پنجاب کا تعلق نہ ہو۔ کپاس، چاول اور گندم کی پیداوار میں صوبہ سندھ بھی خاص کردار ادا کر رہا ہے لیکن چونکہ میں پنجاب صوبائی کونسل کے اراکین سے مخاطب ہوں اس لئے پنجاب کا خصوصیت سے ذکر کر رہا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس دفعہ کپاس کی فصل بڑی اچھی ہوئی ہے۔ دعا کیجئے اللہ تعالیٰ اسے قائم و دائم رکھے اور اس میں برکت دے۔ کاشت کاروں، کسانوں اور زمینداروں نے بہت محنت کی ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اس محنت کا پھل عطا کرے۔ اس دفعہ موسم بھی کچھ سازگار رہا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس دفعہ پچاس لاکھ گانٹھ کپاس پیدا ہونے کی امید ہے۔ کاشت کاروں کی حوصلہ افزائی کے لئے حکومت ہر طرح کے اقدامات کر رہی ہے۔ ہر کاشت کار کی خواہش ہوتی ہے کہ اسے اپنی فصل کی

موزوں قیمت ملے۔ حکومت پاکستان ہر سال ہر فصل کی بوائی سے پہلے اس کی قیمت مقرر کرتی ہے اس کا اعلان کیا جاتا ہے۔ کم سے کم قیمت مقرر کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ قیمتوں کے اتار چڑھاؤ کا اثر کاشت کار اور زمیندار پہ نہ پڑے۔ اپنی فصل کی اعلان شدہ بنیادی قیمت اسے ضرور ملے۔ اس قیمت کا تعین کرتے وقت اس امر کا خیال رکھا جاتا ہے کہ فصل کے اخراجات نکالنے کے بعد زمیندار کو اتنا منافع مزید ملے جو اس کی حلال روزی کا کفیل ہو سکے۔ کیا صرف اس لئے کہ اس بار اللہ تعالیٰ کے فضل سے فصل اچھی ہوئی ہے اور فی ایکڑ پیداوار بڑھی ہے۔ جنرز (GINNERS) یا آڑھتیوں کے لئے یہ جائز ہے کہ کاشت کار سے سودے بازی کریں کہ چونکہ فصل زیادہ ہوئی ہے اس لئے ایک سو نوے روپے کی بجائے ایک سو چالیس روپے لے لو۔ یہ غیر اسلامی اور غیر اخلاقی بات ہوگی، یہ رویہ باعث شرم ہوگا میں آپ کے سامنے اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی جنر یا آڑھتی کاشت کار کو مقررہ قیمت سے کم ادا کرے گا تو اسے مجرم سمجھا جائے گا۔ قیمتوں کا اتار چڑھاؤ دوسری بات ہے لیکن بنیادی قیمت کو قائم رکھنا حکومت کا فرض ہے اور ہمارا یہ عزم ہے کہ کاشت کار کو بنیادی قیمت ضرور ملے اگر فصل کی کوالٹی اچھی نہیں ہے تو اس کا اثر ضرور ہوگا لیکن اگر کوالٹی معیار کے مطابق ہے اور مقدار پوری ہے تو کاشت کار کو رقم بھی پوری ملنی چاہئے۔ اس لئے میں نے کاٹن ایکسپورٹ کارپوریشن کو فوری ہدایات جاری کی ہیں کہ منڈی میں فوراً مقررہ قیمت پر کپاس خریدنا شروع کر دے تاکہ کاشت کار کو پوری رقم ملے۔

آپ کے توسط سے میں ایک اور اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ آپ کو علم ہے کہ پچھلے دنوں بہت افواہیں پھیلیں۔ ہم نے ان افواہوں کا تجزیہ کیا تو معلوم ہوا کہ شرپسند لوگوں نے جان بوجھ کر غلط خبریں اڑائیں۔ چنانچہ میں نے فوری طور پر حکم دیا کہ ایک قانون بنایا جائے کہ کوئی صحافی یا کوئی اخبار اگر جھوٹی

خبر دے اور وہ جھوٹی ثابت ہو جائے تو اسے سزا دی جائے۔ ہم آزاد صحافت کے علمبردار ہیں۔ ہم تو اپنے آپ کو ہدفِ تنقید بنانے کے لئے تیار ہیں۔ ہم تو کہتے ہیں کہ جو آپ کے دل میں ہے کہیئے لیکن اگر آپ یہ جانتے ہوتے کہ یہ جھوٹ ہے لیکن پھر بھی اسے چھاپا جائے تاکہ اخبار کی چند زیادہ کاپیاں بک جائیں اور رپورٹر کا شہرہ ہو کہ واہ کیا گرما گرم خبر دی ہے تو یہ غلط ہے۔ ایک اسلامی مملکت میں اس کی ہرگز اجازت نہیں دی جا سکتی۔ میں پھر عرض کرتا ہوں کہ ہم آزاد صحافت کے علمبردار ہیں لیکن مادر پدر آزاد صحافت نہیں ہونی چاہیئے۔ جیسے آپ توقع رکھتے ہیں کہ میرا گریبان آپ کی گرفت میں ہونا چاہیئے، اسی طرح ہماری بھی توقع ہے کہ آپ کا گریبان قوم کی گرفت میں ہو۔ جھوٹی خبروں کو ہم کبھی پہنچنے نہیں دیں گے۔ اس آزادی کا دیکھیئے آج کیا نتیجہ ہوا ہے۔ سارے ملک میں خوف و ہراس ہے۔ آپ تصور نہیں کر سکتے کہ میں نے گزشتہ دس پندرہ دنوں میں لوگوں کو کتنا ہراساں دیکھا ہے۔ ہم نے کل کابینہ کے ایک خاص اجلاس میں صورتِ حال کا جائزہ لیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ ان افواہوں کے پھیلنے میں اخباروں کا بڑا حصّہ ہے۔ میں ان کی نیت پر شک نہیں کرتا لیکن شبہ ضرور پیدا ہوتا ہے۔ آخر کیا وجہ ہے کہ ایک اخبار کہے کہ ایک ہتھوڑا گروپ آ گیا ہے جس نے چار آدمیوں کو مار دیا ہے۔ ہمارے رپورٹر نے اپنی آنکھوں سے یہ واقعہ دیکھا اور جب تحقیق کی جاتی ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اس خبر میں کوئی حقیقت نہیں۔ ایک اسلامی مملکت میں صحافی کا کردار صالح ہونا چاہیئے۔

آج کل ملک میں نظامِ شورائیت پر بھی بہت لے دے ہو رہی ہے۔ لوگ پوچھتے ہیں یہ کیا نظام ہے۔ میں نے اس نظام کو شوریٰ کریسی کا نام دیا ہے۔ اس پر اعتراضات شروع ہو گئے کہ اپنے اقتدار کو طول دینے کی خاطر یہ شورائیت کی طرف جا رہے ہیں۔ یہاں میں ان حضرات سے پوچھنا چاہتا ہوں جو آج سے چالیس سال پہلے بالغ اور صاحب شعور تھے کہ کیا ۱۹۴۰ء اور ۱۹۴۷ء کے درمیان قائداعظم اور ان کے ایک آدھ صاحبِ نظر رفیقِ کار کے

علاوہ اور کسی کو یقین تھا کہ پاکستان ضرور بنے گا، لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور قائد اعظم کی ہمت اور لگن سے پاکستان بن گیا۔ پاکستان لوگوں کے دلوں میں ایک خواب کی طرح تھا اور وہ اس کے لئے دعا مانگتے تھے۔ بہت سے یہ کہتے تھے کہ یہ تو ایک خواب ہے، یہ کیسے پورا ہو گا۔ صرف قائد اعظم کہتے تھے کہ پاکستان انشاءاللہ ضرور بنے گا۔ انہوں نے بنا کر دکھا دیا۔ اس میں اللہ تعالیٰ کا فضل بھی شامل حال تھا۔ اس وقت کے بعض علمائے کرام کہتے تھے کہ اس ڈاڑھی مونچھ صاف قانون دان کے پیچھے کیسے چلیں۔ اسے کیسے امامت کا رتبہ دے دیں؟ تمام دینی جماعتیں جن کے اس وقت کے بوتے ہوتے، جو آج مختلف جماعتوں کی صورت میں نظر آتے ہیں اور جن کا یہ کہتے ہوتے گلا سوکھ رہا ہے کہ یہاں اسلام آنا چاہیئے، یہاں انتخابات ہونے چاہئیں، اگر ورق گردانی کر کے آپ ان کی ۱۹۴۵ء کی کارکردگی دیکھیں کہ اس وقت ان کا کیا رویہ تھا تو آپ کو حیرت ہو گی۔ ان سے پوچھئے کہ ان کے بزرگ کیا کہہ رہے تھے کیا کر رہے تھے۔ ان کی مخالفت کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے پاکستان بنا۔ اسی کے طفیل آج یہ اس ملک میں آزادی کا سانس لے رہے ہیں۔ اگر پاکستان نہ بنتا تو مسلمانوں کا کیا حال ہوتا۔ اس کی جھلک دیکھنی ہو تو سرحدوں کے پار دیکھئے، مغرب کے مسلمانوں کی حالت دیکھئے۔ مسلم لیگ کے علاوہ کوئی ایسی جماعت نہیں تھی جس نے کہا ہو ہم پوری طرح قائد اعظم کے ساتھ ہیں۔ میں یہ کوئی پبلسٹی یا پروپیگنڈا نہیں کر رہا۔ تاریخی حقائق بیان کر رہا ہوں۔ قیام پاکستان اس بات کا ثبوت ہے کہ اگر نیت صاف ہو، خلوص سے کوشش کی جائے اور اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو پاکستان جیسا معجزہ اس دور میں بھی ظہور پذیر ہو سکتا ہے۔ اس ملک کو قائم و دائم رکھنے کے لئے بھی ایسے ہی عزم کی ضرورت ہے۔ ایسے عناصر بھی موجود ہیں جو اس ملک کی جڑیں کھوکھلی کرنے کے لئے کوشاں ہیں لیکن انشاءاللہ یہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے کیونکہ اللہ تعالیٰ کو پاکستان کا استحکام منظور ہے۔

میں صرف یہ کہتا ہوں کہ یہاں اسلامی نظام رائج ہونا چاہیئے۔ میں اپنے

آپ کو عالم فاضل نہیں کہتا۔ میں تو ایک ان پڑھ گناہگار انسان ہوں لیکن یہاں بہت سے علمائے کرام اور مشائخ عظام تشریف فرما ہیں۔ آپ ان سے پوچھئے کہ کیا قرآن و سنت ہمیں نظام حکومت کے سلسلے میں کوئی رہنمائی مہیا کرتے ہیں کہ نہیں۔ اگر نعوذ باللہ علمائے کرام اور مشائخ عظام یہ کہہ دیں کہ قرآن میں کہیں کوئی ذکر نہیں کہ نظام حکومت کیسا ہو، سنت رسولؐ سے کہیں یہ ثابت نہیں ہوتا کہ حکومت کا بنیادی ڈھانچہ کیا ہو تو پھر مجھے قصوروار ٹھہرایئے لیکن اگر یہ جواب ملے کہ اسلام واحد دین ہے جو انسان کی پوری زندگی پہ حاوی ہے۔ اسلام صرف مذہب ہی نہیں پوری زندگی کا ایک اسلوب ہے تو پھر ہمارے عمل میں اس کا عکس نظر آنا چاہیئے۔ نظام حکومت کی پہلی مثال ہمیں مدینہ منورہ کی ریاست میں نظر آتی ہے۔ یہ بات غیر اہم ہے کہ بعد میں اس پر کس حد تک عمل ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دن میں پانچ وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے اگر کسی ملک میں کچھ لوگوں نے پانچ کی بجائے تین پڑھی ہیں، ایک پڑھی ہے یا صرف عید کی نماز ادا کی ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ پانچ نمازیں اب فرض نہیں رہیں۔ اسی طرح اگر اسلام ایک مکمل دین ہے، عملی دین ہے، مکمل زندگی کا نظام پیش کرتا ہے جس میں نظام حکومت بھی شامل ہے تو پھر اس نظام کو پاکستان میں رائج کیا جانا چاہیئے کیونکہ یہ ملک اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔

یہ اسلامی نظام حکومت نہیں کہ ڈگڈگی بجا کر لوگوں سے ووٹ مانگے جائیں، ووٹ خریدے جائیں اور بیچے جائیں۔ اسلامی نظام تو یہ کہتا ہے کہ تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص افضل ہے جو متقی ہے، جس کے اعمال اور کردار اچھے ہیں۔ اسلام جائیداد اور بینک بیلنس کو بڑائی کا معیار نہیں بناتا۔ نظام حکومت پر غور اور اس کے بارے میں فیصلہ کرتے وقت آپ کو دو چیزوں کا فیصلہ کرنا ہوگا۔ اوّل یہ کہ نظام حکومت کے بارے میں کوئی اسلامی احکام ہیں کہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ پاکستان ایک مسلمان ملک ہے یا اسلامی مملکت۔ دونوں باتوں میں بڑا فرق

ہے۔ میرے نقطۂ نظر سے پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے۔ اسے اسلامی نظام رائج کرنے کے لئے حاصل کیا گیا تھا۔ اس میں لادینی سیاست کا کوئی عمل دخل نہیں۔ مغرب کے وہ تصورات جن کا اسلام سے کوئی تضاد نہیں انہیں اپنانے میں کوئی حرج نہیں۔

میں نے تین باتیں آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں۔ پہلی یہ کہ اگر ایمان ہو اور نیت صاف ہو تو معجزے آج بھی ہو سکتے ہیں۔ دوسری یہ کہ نظام حکومت کے بارے میں اسلام میں واضح اصول موجود ہیں۔ ہمارا یہ فرض ہے کہ تحقیق کریں کہ وہ اصول کیا ہیں اور پھر ان اصولوں کو اپنائیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ پاکستان ایک اسلامی مملکت ہے۔ یہاں سیکولرازم کی کوئی گنجائش نہیں۔ یہاں پر سراسر اسلامی نظام ہونا چاہیے۔ ان تینوں بنیادی باتوں کی روشنی میں شورائی نظام کے بارے میں میں ایک مقالہ پڑھ کر آپ کو سناتا ہوں۔

(یہاں صدر پاکستان نے شورائی نظام کے بارے میں مقالہ پڑھ کر سنایا)

مقالے میں پیش کئے گئے نظریات قابل غور ہیں۔ لکھنے والا ہمیں یہ پیغام دے رہا ہے کہ جب تک اظہار کی آزادی نہ ہو اسلامی مملکت قائم نہیں ہو سکتی۔ بتائیے یہ مقالہ کس دور میں چھپ رہا ہے، یہ مارشل لاء کے دور میں چھپ رہا ہے۔ پاکستان کے ایک اخبار نے اسے شائع کیا ہے اور میں بھری محفل میں اسے پڑھ کر سنا رہا ہوں۔ اس سے بڑھ کر آزادیٔ صحافت کیا ہو سکتی ہے۔ میرا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں صحیح راہ دکھائی ہے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑے رہیں تو ہم سب مشکلات پر غالب آ سکتے ہیں اور اپنی منزلِ مقصود تک پہنچ سکتے ہیں۔ مقالہ نگار یہ تاثر دینے کی کوشش کر رہا ہے کہ پندرھویں صدی ہجری اور بیسویں صدی عیسوی میں شورائی نظام صرف زبانی لفاظی ہے، صرف باتیں ہیں، اس کو چھوڑو ورنہ یہ طوفان جو خیبر پار سے اٹھ رہا ہے آپ کو اپنی لپیٹ میں لے گا، ۱۹۷۳ء کا آئین نافذ کیجئے۔ اگر مقالہ نگار کا نظریہ یہ ہے کہ اسلام کا آئین اور اسلام کا قانون آج کے دور میں قابلِ عمل نہیں ہے تو آپ خود ہی بتائیے کہ ایک

اسلامی مملکت میں ایسے خیالات رکھنے والے سے کیا سلوک کرنا چاہیئے لیکن میں بادشاہ نہیں، خادم ہوں۔ حقائق میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیئے۔ میرا یہ یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ اگر ہمیں صحیح معنوں میں اسلام پر عمل کرنے کی توفیق عطا کرے تو پھر کوئی منزل ناقابلِ حصول نہیں، لیکن اگر نیت صاف نہیں تو پھر یقیناً طوفان میں گھر جائیں گے، پھر چاہے آپ ۱۹۷۳ء کا آئین نافذ کر دیجیے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔

مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں پاکستان میں اسلامی مملکت قائم کرنے کی توفیق عطا کرے۔ مجھے صوبہ پنجاب سے جو پاکستان کی ریڑھ کی ہڈی ہے، لاہور سے جو پاکستان کا دل ہے، یہاں کے لوگوں سے یہ توقع ہے کہ جس طرح قراردادِ پاکستان یہاں منظور ہوئی، اسی طرح اسلامی نظام کے نفاذ کی آواز پنجاب سے اٹھے گی اور انشاء اللہ اسی طرح کامیاب ہو گی جیسے تحریک پاکستان کامیاب ہوئی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ اس میں ضرور کامیاب ہوں گے۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

پاکستان زندہ باد

خطاب کے بعد صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے قاری صاحب کی خدمت میں درخواست کی کہ وہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ذہنوں کو پاک کرے۔ اور اس ملک کو مستحکم بنانے کی توفیق عطا کرے اور ہم انتخابات کے مرحلے اور پاکستان میں اسلامی نظام قائم کرنے میں کامیاب ہوں۔ شکریہ

(اس مرحلہ پر مولانا عبدالمالک کاندھلوی صاحب نے دعائے خیر کی ۔)

جناب چیئرمین (لیفٹیننٹ جنرل غلام جیلانی خان) ، معزز کونسلرز، اور خواتین و حضرات، صدر پاکستان کا شکریہ ادا کرتے ہوئے اب میں اس اجلاس کے اختتام کا اعلان کرتا ہوں۔

(اجلاس کی کارروائی غیر معینہ مدت کے لیے ملتوی ہو گئی)